ذکیہ رانی
اُستاد، شعبۂ اُردو
وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی

توقیتِ میرؔ : تاریخی و تہذیبی تناظر

ABSTRACT
Mir Taqi Mir's chronology: historical and cultural perspective
By Zakia Rani, Lecturer, Dept. of Urdu, Federal Urdu University, Karachi.

Mir Taqi Mir is considered one of the foremost poets of Urdu. He was an eye-witness to India's political, cultural and social upheaval in the 18th century. This article studies the cultural and historical background of his poetry with the events described in chronological sequence.

برصغیر پاک و ہند میں عرصۂ دراز تک سماجی علوم سمعی روایت کے زیرِ اثر رہے۔ اس روایت کے اثرات مؤرخین پر بھی پڑے۔ مستند تواریخ بھی سمعی روایتوں کے زیرِ اثر آگے بڑھیں تحقیقی عمل نے سمعی روایت کو تحریری روایت سے مبدل کرنے میں بنیاد کا کام کیا۔ قاضی عبدالودود ایسے محققین نایاب ہیں جنھوں نے واقعات کی صحت کو تحقیقی معیار فراہم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ زیرِنظر مقالے میں توقیتِ میر کو تاریخی اور تہذیبی تناظر میں پیش کیا گیا ہے جس میں جملہ اکابرِ میریات کے مضامین و کتب کے علاوہ راقمہ کی تنقیح کو بھی دخل ہے جبکہ ذکرِ میر کے معروف ترجمے از نثار احمد فاروقی کو توقیت کی بنیاد بنایا گیا ہے اور عہدِ میر کی بازیافت کے لیے تاریخِ ہندوستانی کے ساتھ ساتھ تقویم ہجری و عیسوی مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

قیاساً ۱۰۴۰ھ/

۳۱-۱۶۳۰ء☆ میر محمد تقی میرؔ کے آباء واجداد حجاز (۱) سے دکن، ہندوستان آئے۔ کچھ لوگ احمد آباد گجرات اور کچھ آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے جن میں میرؔ کے جدِّ اعلیٰ بھی تھے۔ میرؔ کے دادا کی ولادت (۱۰۵۰ھ) آگرے ہی میں ہوئی (۲)۔ جو نواحِ آگرہ میں فوجدار تھے (۳)۔ گوالیار میں پچاس برس کی عمر میں (۱۱۰۰ھ) وفات پائی (۴)۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک (ذہنی توازن درست نہیں تھا) جوانی میں گزر گئے اور دوسرے محمد علی والدِ میرؔ تھے۔

۷۲-۱۶۷۱ء محمد علی (والدِ میرؔ) کی ولادت (۱۰۸۲ھ) آگرے میں ہوئی (۵)۔ یہیں محرم خاں کی مسجد کے

مدرسے میں شاہ کلیم اللہ (متوفی ۱۱۰۹ھ) کے درس میں شریک ہوتے تھے اوران ہی کے مرید تھے۔''علی متقی'' کے نام سے مشہور ہوئے۔مسلک کے لحاظ سے حنفی سنّی تھے پھر تفضیلی سنّی ہوگئے(۶)۔والدِ میر کی پہلی بیوی سراج الدین علی خان آرزوؔ کی بڑی بہن تھیں(۷)۔

۸۸-۱۶۸۷ء سراج الدین علی خان آرزوؔ (ولادت:۱۰۹۹ھ)(۸)۔

۱۷۰۳ء حافظ محمد حسن (میرؔ کے سوتیلے بھائی) کی ولادت (۱۱۱۵ھ)(۹)۔

۷-۱۷۰۶ء والدِ میر کی پہلی زوجہ کی وفات (۱۱۱۸ھ)(۱۰)۔

۱۸-۱۷۱۷ء والدِ میر کا عقدِ ثانی (۱۱۳۰ھ) والدۂ میر سے(۱۱)۔

۲۱-۱۷۲۰ء دخترِ محمد علی (میرؔ کی بہن) زوجۂ محمد حسین کلیم کی ولادت (۱۱۳۳ھ)(۱۲)۔

۱۷۲۲ء ولی دکنی کا دیوان ریختہ (۱۱۳۳ھ) دلّی پہنچا۔اسے دیکھ کر شعرائے دلّی بھی ریختہ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے(۱۳)۔

۲۳-۱۷۲۲ء میر محمد تقی میرؔ کی ولادت (اواخر ۱۱۳۵ھ/ اگست-ستمبر)(۱۴)۔

۲۵-۱۷۲۴ء میر محمد رضی (میرؔ کے چھوٹے بھائی) کی ولادت (۱۱۳۷ھ)(۱۵)۔

۲۶-۱۷۲۵ء میر تقی میر کی والدہ (محمد علی کی دوسری بیوی) کا انتقال (۱۶)۔

۲۷-۱۷۲۵ء والدِ میر (چندسال بعد بعہدِ فرّخ سیر: تخت نشینی ۱۱۲۴ھ(☆)) آگرہ سے درویش خفشاں نمود سے ملنے کے لیے لاہور گئے(۱۷) درویش سے مناظرہ کیا اور اسے تائب کر کے لاہور سے دہلی گئے جہاں شیخ عبدالعزیز عزّت دیوانِ صوبہ کے بیٹے فخرالدین (۱۸) کے یہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔میر متقی کے عقیدت مندوں کا ہجوم ملنے کو آنے لگا،امیر الامراء صمصام الدّولہ (۱۹) بھی ملاقات کو آئے مگر میر متقی نے ان سے ملاقات کو منع کر دیا(۲۰)۔کچھ عرصہ بعد ایک روز آدھی رات کو دہلی سے آگرہ کے لیے نکلے راستے میں بیانہ کے مقام پر مسجد میں قیام کیا جہاں سیّد امان اللہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔اس کی برات کو رخصت کر کے واپس آگرہ آ گئے۔امان اللہ ان کی تلاش میں بیانہ سے چل پڑا(۲۱)۔

۲۹-۱۷۲۸ء سیّد امان اللہ کی آگرہ آمد (۴۲-۱۱۴۱ھ)۔میر متقی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ان کی تربیت شروع کر دی گئی۔میر متقی انھیں ''برادرِ عزیز'' کہا کرتے تھے۔کچھ ہی عرصہ میں ''فقیرِ کامل'' کہلائے۔ان کی نو بیاہتا دق کے مرض میں وفات پا گئیں(۲۲)۔کچھ عرصہ بعد سیّد امان اللہ نے پسرِ روغن فروش کو اپنا مرید کر لیا۔جس کا نام میر متقی نے ''جوانِ عزیز'' رکھا(۲۳)۔

۱۷۲۹ء میر محمد تقی میرؔ سات برس کے تھے (۱۱۴۱ھ) سیّد امان اللہ نے میرؔ کی تعلیم و تربیت کا ذمہ لیا۔ قرآن شریف پڑھایا (۲۴)۔

۱۷۲۹۔۳۰ء میرؔ سیّد امان اللہ کے ہمراہ (۱۱۴۲ھ) اکثر درویش و فقراء سے ملاقات کو جایا کرتے تھے (۲۵)۔

۱۷۳۲ء حافظ محمد حسن (میر کے بڑے سوتیلے بھائی) کے بیٹے حافظ محمد محسن کی ولادت (۱۱۴۵ھ) (۲۶)۔

۱۷۳۲ء سیّد امان اللہ کچھ عرصہ علیل رہے بعدازاں (۳ر شوال: ۱۱۴۵ھ) وفات پا گئے (۲۷)۔ میر متقی نے اپنا لقب ''عزیزِ مردہ'' رکھ لیا (۲۸)۔

۱۷۳۳ء میر علی متقی نے علالت کے بعد (۲۱ر رجب المرجب ۱۱۴۶ھ) انتقال کیا (۲۹)۔ انتقال سے قبل اپنے ترکہ میں کچھ کتابیں چھوڑیں جنہیں سوتیلے بیٹے نے اپنے قبضے میں کر لیا (۳۰)۔ والد کی وصیت کے مطابق میرؔ نے ان کی تدفین کی (۳۱)۔

۱۷۳۴۔۳۶ء والد کی وفات کے بعد (۱۱۴۷۔۴۹ھ) علاتی بھائی کی بدسلوکی نے تلاش معاش پر مجبور کیا۔ آگرہ میں تلاشِ معاش کے سلسلے میں سرگرداں رہے بعدازاں چھوٹے بھائی محمد رضی کو گھر میں چھوڑا (۳۲) اور شاہجہاں آباد دہلی کا سفر کیا (۳۳)۔

۱۷۳۷ء بعہدِ محمد شاہ (تخت نشینی: ۱۵ر ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) (۳۴) میر محمد تقی میرؔ دہلی (۱۱۵۰ھ) میں خواجہ باسط (۳۵) (متوفی: ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۴ء) کے توسط سے امیر الامراء صمصام الدّولہ سے ملاقات کی انھوں نے ایک روپیہ روزینہ (تیس روپے ماہانہ) مقرر کر دیا (۳۶)۔ میر محمد تقی میر واپس آگرہ آ گئے (۳۷)۔

۱۷۳۸ء نادر شاہ نے ایران تک فتوحات کر لیں اور بادشاہ محمد شاہ کو صوبۂ کابل سے افغانوں کے انخلاء کے لیے ساتھ ملانا چاہا اور خط لکھا مگر محمد شاہ نے کوئی جواب نہ دیا، دوسرا خط لے کر ایلچی جلال آباد تک پہنچا تھا کہ اسے مار دیا گیا نادر شاہ اس خبر سے اور بھی مشتعل ہوا اور افغانوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہندوستان پر حملہ کر دیا (اکتوبر/ شعبان ۱۱۵۱ھ) کابل کو فتح کیا (رمضان ۱۱۵۱ھ) پنجاب پہنچ کر قیامت برپا کی۔ انتظامی طور پر اسے کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی اور وہ کرنال آ کر خیمہ زن ہوا۔ (۳۸) کرنال کے مقام پر نادر شاہ درّانی (۳۹) اور شاہی فوج میں معرکہ ہوا، جس میں (۱۵ر ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ/ ۲۳ر فروری) کو امیر الامراء صمصام الدّولہ زخمی ہوئے بعدازاں ۱۹ر ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ کو شہادت پائی (۴۰)۔ اور میرؔ کا روزینہ موقوف ہوا (۴۱)۔ (غرّہ اوّل ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ) نادر شاہ محمد شاہ کو لے

کر دہلی میں داخل ہوا اٹھاون دن رہا (۴۲)۔

۱۷۳۹ء ۱۶ر مئی/ ربیع الثانی ۱۱۵۲ھ کو نادر شاہ مغل حکومت کو تاراج کر کے تقریباً اسّی کروڑ کی دولت و جواہرات لے کر چلا گیا (۴۳)۔

۱۷۳۹۔۴۰ء میرؔ نادر شاہی حملے کے بعد دوبارہ اپنے چھوٹے بھائی محمد رضی کے ہمراہ معاش کی تلاش میں دہلی آئے، دہلی کی حالت سیاسی و معاشی طور پر ابتر تھی بہت کوشش کی مگر انھیں کوئی ذریعہ معاش نہ ملا، اس عرصہ میں میر کا قیام سوتیلے ماموں سراج الدین علی خان آرزوؔ کے یہاں رہا، انھوں نے تعلیم کا منقطع سلسلہ بحال کیا (۴۴)۔ کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ بقول میر، حافظ محمد حسن کے اکسانے پر ماموں ان سے بدسلوکی کرنے لگے (۴۵)۔ جس کے سبب میر جنون (علمِ نفسیات کی اصطلاح میں (PERSECUTION COMPLEX) میں مبتلا ہوئے (۴۶)۔

۱۷۴۰ء بیماری کے دوران (رجب ۱۱۵۳ھ/ستمبر) میر متقی کے مرید فخر الدین کی بیوی جو قریبی عزیزہ بھی تھیں، نے علاج کرایا اور تیمارداری کی (۴۷)۔

۱۷۴۰۔۴۱ء سراج الدین خاں آرزو کی سرپرستی میں شعر گوئی کا (۵۴۔۱۱۵۳ھ) ذوق پروان چڑھا (۴۸)۔

۱۷۴۲ء میر کے جنوں اور شعر گوئی کا آغاز ایک زمانے میں ہوا۔ ''میر کی طرح میں شاہ حاتم نے پہلی غزل ۱۱۵۵ھ میں کہی جو اُن کے دیوان زادہ مخطوطۂ رام پور میں موجود ہے جس کا ایک مصرع ہے۔'' آشنا چاہے تو ہو حاتمؔ خدا کا آشنا'' (۴۹)۔

۱۷۴۱۔۴۳ء صحتیابی کے بعد (۱۱۵۶ھ۔ ۱۱۵۴ھ) ترسّل پڑھنا شروع کیا، اور میر جعفر عظیم آبادی سے کچھ عرصہ تعلیم پائی (۵۰)۔

۱۷۴۴ء سیّد سعادت علی امروہی (۵۱) کے مشورے سے اُردوئے معلّی میں ریختہ گوئی کا آغاز (۱۱۵۷ھ) کیا تخلص میرؔ اختیار کیا (۵۲)۔

۱۷۴۷ء میر (۱۱۶۰ھ) نے مذہب تشیع اختیار کیا (۵۳)۔

سراج الدین علی خان آرزوؔ سے (۱۱۶۰ھ) ناراض ہو کر ان کا گھر چھوڑ دیا۔ علیم اللہ کے توسط سے رعایت خان کی ملازمت (اواخر ۱۷۴۷ء) اختیار کی (۵۴)۔ اسی زمانہ میں نادر شاہ اپنے ملازموں کے ہاتھوں مارا (۱۱۶۰ھ) گیا بعد ازاں احمد شاہ نے غزنیں اور قندھار پر تسلط کر کے اپنا خطبہ وسکہ جاری کرایا (۵۵)۔ لاہور کے گورنر شاہنواز خاں کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی (وسطِ دسمبر ۱۷۴۷ء)

پشاور سے ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا(۵۶)۔

۴۷۔۱۷۴۸ء میر تقی میر کا عقدِ اوّل (۱۱۶۱ھ)(۵۷)۔

۱۷۴۸ء احمد شاہ ابدالی (۸رجنوری) لاہور کے قریب شاہدرہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا، امداد نہ ملنے کے سبب شاہنواز خاں کو شکست ہوئی۔ احمد شاہ ابدالی نے قلعہ لاہور تسخیر کرلیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے بادشاہ محمد شاہ نے بیماری کی حالت میں شہزادہ احمد شاہ، نواب قمرالدین خاں، راجا جے سنگھ سوائی (جے پور) کے لڑکے ایشور سنگھ وغیرہ کی نگرانی میں دو لاکھ فوج بھیجی جو ۲۵رفروری ۱۷۴۸ء(۱۱۶۱ھ) کو سرہند پہنچی اسی لشکر میں رعایت خاں بھی تھا اور اس کے ہمراہ میر تقی میرؔ شریکِ کارواں تھے(۵۸)۔ ۲رمارچ/ربیع الاوّل ۱۱۶۱ھ کو احمد شاہ ابدالی سرہند پر قابض ہوا اور لوٹ مار شروع کردی(۵۹)۔

۱۷۴۸ء ۲۲رمارچ رجمعہ (مطابق ۲۲رربیع الاوّل ۱۱۶۱ھ) کو تقریباً دس بجے دن کے وقت نواب قمرالدین خاں توپ کا گولہ لگنے سے ہلاک ہوئے۔ نواب معین الملک خود نواب قمرالدین خاں کے ہاتھی پر سوار ہوکر مقابلے کے لیے نکلا۔ اتفاق سے ابدالی کے توپ خانے میں آگ لگ گئی اور اُس کی فوج کے ہاتھی بھاگنے لگے، کئی جل کر بھسم ہوگئے، مجبوراً ابدالی کو میدان سے ہٹنا پڑا اور شاہی فوج نے میدان مارلیا۔ اس واقعے کی تاریخ ''فتح خداراز'' (۱۱۶۱ھ) ہے(۶۰)۔

۱۷۴۸ء فتح کی خبر پا کر محمد شاہ نے ازراہِ خوشنودی معین الملک کو لاہور کا گورنر مقرر کردیا۔ وہ اپنی وفات تک (۳رنومبر ۱۷۵۳ء) اس عہدے پر فائز رہا۔ رعایت خاں معین الملک کے ساتھ جنگ میں شریک تھا جب وہ لاہور کو روانہ ہوا تو رعایت خاں نے صفدر جنگ کے ساتھ دہلی کا رخ کیا۔ میر تقی میر بھی ان کے ہمراہ تھے(۶۱)۔

۱۷۴۸ء ۲۶رربیع الثانی ۱۱۶۱ھ/ یکم اپریل ۱۷۴۸ء بادشاہ محمد شاہ نے علالت کے بعد وفات پائی (۶۲)۔

۱۷۴۸ء پانی پت کے مقام پر بادشاہ محمد شاہ کے انتقال کی خبر پا کر صفدر جنگ نے شہزادہ احمد شاہ کو تخت نشین کیا۔ احمد شاہ نے صفدر جنگ کو عہدۂ وزارت پر فائز کیا(۶۳)۔ جاوید خاں خواجہ سرا کو نواب بہادر کا خطاب دے کر امراء میں شامل کیا(۶۴)۔

۱۷۴۸ء صفدر جنگ نے بخشی گری کا عہدہ نواب سادات خاں ذوالفقار جنگ کو دے دیا۔ سادات خاں نے راجا ابھے سنگھ والیِ جودھ پور کے چھوٹے بھائی بخت سنگھ کو صوبہ اجمیر کی نیابت دے دی دونوں بھائی

لڑ پڑے، بخت سنگھ نے اپنی فوج کی کمان رعایت خاں کے سپرد کردی اور اُسے ساتھ لے کر اجمیر کا سفر کیا۔ اُس وقت بھی میر تقی میر (۱۱۶۱ھ) رعایت خاں کے ہمراہ تھے۔ سانبھر کے مقام پر فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ بعد ازاں ملہار راؤ ہولکر نے ثالثی کی اور صلح کرا دی (۶۵)۔

۱۷۴۸ء میر تقی میر نے سانبھر سے اجمیر کا سفر کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار کی زیارت کی اور اطرافِ اجمیر کی سیر کی (۶۶)۔ میر تقی میرؔ نے سفرِ سرہند میں یقینؔ کے دادا محمد تقی سے ملاقات کی (۱۱۶۱ھ)، انھوں نے خاطر مدارات کی (۶۷)۔ پھر سانبھر واپس آئے جہاں رعایت خاں کا لشکر خیمہ زن تھا۔ اس موقع پر رعایت خاں اور راجہ بخت سنگھ کی بدکلامی رنجش تک جا پہنچی رعایت خاں نے میر تقی میرؔ کو بھیجا کہ بخت سنگھ سے معذرت کریں اور یقین دلائیں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ سفارت کے یہ فرائض میر نے انجام دیئے۔ مگر بخت سنگھ کا دل صاف نہیں ہوا، اس نے رعایت خاں کے رسالے کو تنخواہ بے باق کر کے رخصت کر دیا۔ رعایت خاں اپنے متوسلین کو لے کر دہلی آ گیا، میر بھی آ گئے (۶۸)۔

(اواخر ۱۷۴۸ء) میر تقی میر نے بوجوہ رعایت خاں کی ملازمت (۱۱۶۲ھ) ترک کر دی اور خانہ نشین ہوئے۔ رعایت خان نے میرؔ کے بھائی محمد رضی کو اپنے پاس سے گھوڑا دے کر نوکر رکھ لیا (۶۹)۔

۱۷۴۹ء فیض علی کی دہلی میں ولادت (۱۱۶۲ھ) (۷۰)۔

ان ہی دنوں محمد رضی (برادرِ میر) کی شادی ہوئی (۷۱)۔

۵۰-۱۷۴۹ء میر تقی میر ۶۴-۱۱۶۳ھ) (نواب بہادر (جاوید خاں خواجہ سرا) کی فوج کے بخشی اسد یار خاں کی سفارش سے نواب بہادر کی ملازمت میں (۲۲/روپے ماہانہ) آئے (۷۲)۔

۱۷۵۰ء وزیر الملک صفدر جنگ کی ایما پر قائم خاں پسر بنگش خاں نے سعد اللہ خاں (پسر علی محمد خاں) سے جنگ کی، شکست پا کر مارا گیا، وزیر صفدر جنگ بادشاہ کو ساتھ لے کر فرخ آباد گیا۔ قائم خاں کی بیوہ و بچوں سے ملک و املاک ضبط کر کے اپنے نائب نول رائے کو دے دیا، بادشاہ کے ساتھ دہلی (۱۱۶۳ھ) گیا (۷۳)۔ کچھ دنوں بعد قائم خاں کے بھائی احمد خاں نے وزیر الملک سے جدا ہو کر بھائی کی موت اور ملک و املاک کے لیے روہیلوں کی مدد سے نول رائے پر لشکر کشی کی، نول رائے مارا گیا۔ اس کی سرکوبی کے لیے وزیر الملک صفدر جنگ، سورج مل جاٹ اور اسحاق خاں کو ساتھ لے کر نکلا، میر تقی میر اسحاق خاں کے لشکر میں اس مہم پر روانہ ہوئے۔ چٹونی نزد فرخ آباد کے مقام پر جنگ ہوئی، وزیر نے شکست

پائی، اسحاق خاں مارے گئے اس کے لشکر کے ساتھ میرؔ بھی تباہ حال دلّی کو لوٹے۔ (شوال ۱۱۶۳ھ) (۷۴)۔

۱۷۵۱ء وزیر الملک صفدر جنگ نے (یکم جمادی الثانی، ۱۱۶۴ھ) احمد خاں (بھائی قائم خاں) کی مرہٹوں اور سورج مل جاٹ کے ہمراہ سرکوبی کی اور فتح یاب ہوکر سالِ گذشتہ کی ناکامی کا داغ دھوڈالا، مرہٹوں کے توسط سے روہیلوں سے صلح کر لی (۷۵)۔

سادات خاں میر بخشی نواب بہادر کی عداوت کے سبب معزول اور ان کی جگہ نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ امیر الامراء مقرر ہوئے، انھیں دکن کا صوبہ دیا گیا مگر وہ کچھ دنوں بعد ہیضے سے مر گئے بعد ازاں ان کے بیٹے عماد الملک کو امیر الامراء کا منصب دیا گیا (۷۶)۔

میر تقی میرؔ ان دنوں خانہ نشیں رہے (۱۱۶۴ھ)، عربی کی درسی کتب مطوّل (۷۷) پڑھتے پڑھاتے تھے۔ نواب بہادر کا وظیفہ پاتے تھے (۷۸)۔

۱۷۵۲ء وزیر الملک صفدر جنگ نے نواب بہادر کو دھوکے سے (۲۷/اگست/ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ) مروادیا (۷۹)۔

۱۷۵۲ء میر تقی میر نواب بہادر کے قتل (۱۱۶۵ھ) کے سبب بے روزگار ہوئے (۸۰)۔

۱۷۵۲ء وزیر الملک صفدر جنگ کے دیوان مہانراین نے اپنے داروغۂ دیوان خانہ میر نجم الدین علی سلام کے ہاتھ نقد امداد کی اور میرؔ کو طلب کیا۔ میرؔ نے مہانرائن کی ملازمت (۱۱۶۵ھ) اختیار کر لی، چند ماہ آرام سے بسر کیے (۸۱)۔

۱۷۵۲ء نکات الشعراء (۱۱۶۵ھ) تصنیف کیا (۸۲)۔

۱۷۵۲ء محمد محسن (پسرِ حافظ محمد حسن) شاہ ولی اللہؒ (ولادت: ۱۷۰۳ء۔ وفات: ۱۷۶۲ء) (۸۳) کے پاس علمِ حدیث و علمِ تفسیر وغیرہ کی تحقیق کے لیے جایا کرتے تھے (۸۴)۔

دیوانِ اوّل اُردو (۱۱۶۵ھ) دلّی میں مرتب ہوا (۸۵)۔

۱۷۵۳ء وزیر الملک صفدر جنگ نے بادشاہ احمد شاہ سے بغاوت کر لی (مارچ/رجب تا ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ)، چھ ماہ شاہی لشکر سے مقابلہ رہا بالآخر عفو تقصیر چاہی، بادشاہ نے معاف کر کے وزارت سے سبکدوش کر دیا اور اودھ میں وزیر (محرم ۱۱۶۷ھ/نومبر ۱۷۵۳ء) مقرر کر دیا۔ نواب قمر الدین خاں کے بیٹے انتظام الدولہ کو وزیر الملک (مارچ ۱۷۵۳ء) کے منصب پر فائز کیا (۸۶)۔

میر تقی میر (۱۱۶۶ھ) مہانرائن کی ملازمت سے محروم ہوئے۔(۸۷)ان ہی دنوں میرؔ نے سراج الدین علی خان آرزوؔ کی ہمسائیگی ترک کرکے امیر خاں انجام (متوفی:۱۱۵۹ھ) کی حویلی میں سکونت اختیار کی (۸۸)۔نسنگ کا سفر (۱۱۶۶ھ) کیا(۸۹)۔میراس حویلی میں ۱۱۷۳ھ (۶۰۔۱۷۵۹ء) تک رہے(۹۰)۔

غلام ہمدانی مصحفیؔ (عقدِ ثریا) کے مطابق میر تقی میر نے دو ہزار اشعار کا ''فارسی دیوان'' تصنیف کیا(۹۱)۔

۱۷۵۴ء صفدر جنگ نے اودھ میں (۵/اکتوبر ۱۷۵۴ء/ ۱۷/ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ)) انتقال کیا اور اس کا بیٹا شجاع الدولہ مسند نشین ہوا(۹۲)۔

۱۷۵۴ء امیر الامراء عماد الملک نے مرہٹوں اور سورج مل جاٹ کو ہمنوا بنا کر بادشاہ احمد شاہ کو ساتھ لیا اور صفدر جنگ پر لشکر کشی کردی، لشکر سکندر آباد کے مقام پر خیمہ زن ہوا اس دوران افواہ اڑی کہ عماد الملک اور سورج مل میں گٹھ جوڑ ہو گیا بادشاہ حرم کی خواتین کو چھوڑ کر بھاگ گیا، مرہٹوں نے لشکریوں کو لوٹ لیا، عماد الملک کے سپاہی بادشاہ کو پکڑ لائے اسے اندھا کر کے عماد الملک نے تخت سے اتارا (۱۱۶۷ھ) اس کی جگہ بہادر شاہ اوّل کے پوتے کو عالمگیر ثانی کا خطاب دے کر (۱۰/شعبان ۱۱۶۷ھ) تخت نشین کیا(۹۳)۔اس لشکر میں میر تقی میر بھی شامل تھے اور سکندر آباد سے بھاگ کر آنے والوں کے ہمراہ دلّی آکر گوشہ نشین ہو گئے(۹۴)۔

۱۷۵۵۔۵۶ء سراج الدین علی خان آرزوؔ (محرم ۱۱۶۸ھ) نے دلّی کے ناگفتہ بہ حالات کے پیشِ نظر اودھ ہجرت کی، کچھ عرصہ بعد (۲۳/ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ/ ۲۷/جنوری ۱۷۵۶ء) ان کا اودھ میں انتقال ہوا۔ان کی تدفین محلہ وکیل پورہ دلّی میں ان کی حویلی میں کی گئی(۹۵)۔

۱۷۵۶ء راجا جگل کشور وکیلِ بنگالہ، تخلص ثروت نے میر تقی میر (۱۱۶۹ھ) کو اپنے اشعار کی اصلاح پر مامور کیا۔میرؔ نے ان کی اکثر تصنیفات کو ناقابلِ اصلاح پایا اور قلم زد کر دیا(۹۶)۔

۱۷۵۶۔۵۷ء دخترِ میر تقی میرؔ (ہمشیرہ فیض علی) کی دہلی میں ولادت (۱۱۶۹۔۷۰ھ) (۹۷)۔

راجا جگل کشور نے سفارش کر کے میر کو راجا ناگر مل کے دربار سے وابستہ کروا دیا۔سال بھر کی پیشگی تنخواہ پائی(۹۸)۔

۱۷۵۷ء نکات الشعراء کی کتابت ہوئی(۹۹)۔

۱۷۵۷ء لاہور کے گورنر معین الملک کی وفات (۳ر نومبر ۱۷۵۳ء/محرم ۱۱۶۷ھ) کے بعد اس کی بیوی مغلانی بیگم نے مسند سنبھالی، مگر عماد الملک نے اسے معزول کر کے آدینہ بیگ خاں کو حاکم بنا دیا۔ مغلانی بیگم نے مارچ ۱۷۵۶ء میں احمد شاہ ابدالی کو خط لکھ کر حملہ کی دعوت دی، احمد شاہ ابدالی دسمبر ۱۷۵۶ء لاہور پہنچا اور ۱۰ر جنوری ۱۷۵۷ء کو ستلج عبور کر کے ۲۸ ر جنوری کو (۱۱۷۱ھ) دلّی میں داخل ہوا، اس کے سپاہیوں کی لوٹ کھسوٹ نے دارالخلافہ کو ویران کر دیا، ایک ماہ تک اہلِ دلّی ضروریاتِ زندگی سے محروم رہے، دہلی میں عالمگیر ثانی کو مقرر کر کے وزیر عماد الملک کو ساتھ لے کر احمد شاہ نے آگرہ کا رُخ کیا اسے تاراج کیا۔ قتل وغارت گری کے سبب جمنا کا پانی سرخ ہوا، فضا متعفن ہوگئی، جس کے سبب طاعون اور ہیضے کی وبا پھیل گئی، احمد شاہ ابدالی کے سپاہی مرنے لگے، اس نے مزید آگے جانے کے بجائے محمد شاہ کی بیٹی سے عقد کیا اور (اپریل ۱۷۵۷ء) واپس لوٹ گیا۔ میر تقی میر کی حالت بھی اہلِ دلّی کی مانند خراب وخستہ ہوگئی (۱۰۰)۔

اس وقت عوام اور امراء ووزراء کے حالات کم وبیش ایک سے تھے۔ میر تقی میر ایک دن راجا جگل کشور کے پاس گئے وہ خود مفلس ہو چکا تھا، معذرت کی، پھر میر نے راجا ناگرمل سے رجوع کیا چند دن جاتے رہے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا فقر وفاقہ سے مضطرب ہو کر ایک دن صبح پہنچے چوبدار نے صبر کی تلقین کی ، کچھ دنوں بعد راجا ناگرمل کے بڑے بیٹے سے ملنے کی سبیل پیدا ہوئی اور رواقف کار خواجہ غالب کے تعارف کرانے سے کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا (اواخر ۱۷۵۷ء/۱۱۷۱ھ تا ۱۷۵۸ء/ ۱۱۷۲ھ) جو سال بھر جاری رہا (۱۰۱)۔

۱۷۵۷ء بنگال کے صوبہ دار نواب سراج الدّولہ اور انگریزوں کے درمیان جنگِ پلاسی لڑی گئی ، میر جعفر کی انگریزوں کے ساتھ ملی بھگت، سراج الدولہ مارے گئے (۱۰۲)۔

۱۷۵۸ء عالمگیر ثانی کا بیٹا شہزادہ عالی گُہر جان بچا کر پورب کی طرف جا نکلا اور سہارن پور میں نجیب الدولہ کے پاس چلا گیا (۱۰۳)۔

۱۷۵۹ء دلّی پر مرہٹہ گردی شروع ہوئی ، اور وہ دریائے اٹک تک قابض ہوئے، عالمگیر ثانی کو (۲۹ر نومبر ۱۷۵۹ء/ ۸ر ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ) کو درویش کی زیارت کرانے کے بہانے عماد الملک اور مہدی علی خاں نے کوٹلہ فیروز شاہی میں سرتن سے جدا کر کے ہلاک کر دیا ان کی لاش کو بے لباس کر کے دھڑ جمنا کنارے چھوڑ دیا گیا (۱۰۴)۔ ایک دن (۳۰ نومبر) نواب قمر الدین کے دوسرے

بیٹے انتظام الدولہ خان خاناں کو عماد الملک کے آدمیوں نے نماز کے دوران پھندا ڈال کر مار دیا۔ اگلے دن اورنگ زیب کے پوتے اور کام بخش کے بیٹے کو شاہ جہاں ثانی کا لقب دے کر (۳۰ر نومبر) تخت نشین کیا گیا (۱۰۵)۔

۱۷۵۹ء شہزادہ عالی گہر سہارن پور سے لکھنؤ پہنچا اور پھر محمد قلی خاں کے بلوانے پر الہ آباد روانہ ہوا، تا کہ انگریزوں سے برسرِ پیکار صوبہ داروں کی مدد سے بہار، اڑیسہ، بنگال وغیرہ کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ (ایک ماہ بعد) اس کو شاہ عالمگیر کے انتقال کی خبر ملی، اُس نے (۳۰ر محرم ۱۱۷۳ھ/ستمبر) فوراً خود کو شاہ عالم ثانی ملقب کر کے مسند سنبھال لی (۱۰۶)۔

۱۷۵۹-۶۰ء احمد شاہ ابدالی نے دوبارہ حملہ (۱۱۷۳ھ) کیا، ۸ دس دن لوٹ مار کی، راجا ناگرمل سورج مل کے قلعوں میں پہنچ گیا۔ میر دلّی میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رہے، احمد شاہ ابدالی نے رعایا کو امان دی مگر آدھی رات کو اس کے سپاہیوں نے لوٹ مار، قتل وغارت گری شروع کر دی۔ اس جلاؤ گھیراؤ میں میر کا مکان جو سڑک کنارے تھا ڈھ گیا وہ اور بھی افلاس وتنگدستی میں گرفتار ہوئے (۱۰۷)۔

دوسرے حملہ درانی (۱۱۷۳ھ) کے بعد دلّی میں رہنا دوبھر ہو گیا تو میرؔ نے راجا ناگرمل سے اجازت لی انھوں نے کچھ مالی مدد کی، میر نے اہل خانہ کو لے پیدل سفر شروع کیا رات ایک سرائے میں درخت تلے بسر کی، اگلی صبح راجا جگل کشور کی بیوی ادھر سے گزریں اور ان کی دستگیری کی ان کے ہمراہ برسانہ تک گئے۔ ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو راجا کی بیوی کا ماں (برسانہ سے ۳ کوس دور) گئیں۔ میر اور ان کا خاندان برسانہ میں عشرۂ محرم گزار کر ۱۱ر محرم کو کمھیر (راجستھان) پہنچا (۱۰۸)۔ کمھیر میں لالہ رادھا کشن کے بیٹے بہادر سنگھ نے میر کو اپنے ساتھ لیا اور کمھیر میں قیام کے زمانے میں میر اور ان کے خاندان کی کچھ عرصہ سکھ چین سے گزر بسر ہوئی (۱۰۹)۔

۱۷۶۰-۶۱ء میر تقی میر نے میر فیض علی کی تدریس کے لیے ''فیضِ میر'' (۱۱۷۴ھ تا ۱۱۷۵ھ) کے عنوان سے فارسی رسالہ لکھا (۱۱۰)۔

۱۷۶۰-۶۱ء مرہٹہ فوج دوبارہ تازہ دم ہو کر آئی، احمد شاہ ابدالی ان کی طرف متوجہ ہوا، شاہ جہاں ثانی (۱۰ر اکتوبر/ ۱۱۷۴ھ) کو معزول کر کے قلعہ سلیم گڑھ میں قید کر دیا اور عالی گہر کے بیٹے جواں بخت کو ولی عہد نامزد کیا اور نجیب الدولہ کو دلّی کی نگرانی پر مامور کیا (۱۱۱)۔ سکندر آباد میں مرہٹوں اور ابدالی فوج کا مقابلہ ہوا مرہٹے میدان چھوڑ کر بھاگے اور سورج مل کے قلعوں میں پناہ لینا چاہی

مگراس کے انکار پر صلح کر کے واپس اپنے علاقوں میں لوٹ گئے۔اور پھر تیاری کر کے شمال کی جانب جا پہنچے(۱۱۲)۔

۱۷۶۱ء دہلی کے امراء وشرفاء نے محفوظ مقامات میں پناہ لے لی،ان میں نواب اعظم خاں بھی تھے جو سورج مل جاٹ کے قلعے میں پناہ لیے ہوئے تھے میر ایک دن ان سے ملنے گئے۔ان کو فکر مند دیکھا ان کے حالات بھی ناگفتہ تھے سعد الدین کے گھر سے حلوۂ شنبہ انھوں نے میر کو دیا کہ بیٹے فیض علی کو دے دینا،غرض میر کے اہلِ خانہ نے کئی دن اس حلوے پر بسر کیے(۱۱۳)۔

۱۷۶۱ء راجا نگرمل کے بیٹے بشن سنگھ نے میر کے حالات دریافت کر کے ان کی اعانت کی۔جب راجا ناگرمل دوبارہ کمھیر آیا تو میر نے اجازت چاہی مگر راجا نے انھیں روک لیا اور ان کا پچھلا وظیفہ بحال کر دیا(۱۱۴)۔

۱۷۶۱ء نجیب الدولہ نے شجاع الدولہ،احمد خاں بنگش،حافظ رحمت خاں وغیرہ کو ساتھ ملا لیا،احمد شاہ ابدالی کی فوج بھی آملی اور مرہٹوں سے مقابلہ کیا۔یہ جنگ تیسری جنگِ پانی پت(۱۳؍جنوری۱۷۶۱ء) کہلائی۔اس فیصلہ کن جنگ میں ۳۰ ہزار سے زائد مرہٹے ہلاک ہوئے،۲۹؍جنوری کو احمد شاہ ابدالی دلّی آیا اور ابدالی کی فوج نے پھر دلّی کو لوٹا،دولاکھ مویشی جن میں ۵۰۰ ہاتھی تھے،زروجواہر بے حساب لے کر ۲۲؍مارچ کو احمد شاہ ابدالی افغانستان چلا گیا(۱۱۵)۔

۱۷۶۱ء جنگِ پانی پت کے بعد احمد شاہ ابدالی نے کشمیر،پنجاب اور سندھ کے صوبے اپنی سلطنت میں شامل کیے تختِ دہلی پر شاہ عالم ثانی کا حق تسلیم کر لیا(۱۱۶)۔

۱۷۶۱ء پانی پت کی جنگ کے دوران میر کمھیر میں راجا ناگرمل کے زیرِ سایہ تھے،جنگ کے بعد احمد شاہ دلّی میں کچھ دن قیام پذیر رہا دوسرے امراء ورؤسا کی مانند راجا ناگرمل بھی دلّی گئے اور ملازمت حاصل کی،میر بھی ان کے ہمراہ تھے(۱۱۷)۔

۱۷۶۱ء کمھیر میں بشن سنگھ کی شادی کے موقعے پر مثنوی 'کدخدائی بشن سنگھ' لکھی(۱۱۸)۔

۶۳-۱۷۶۲ء سورج مل نے بغاوت کی،اور آگرہ سمیت اطراف کے علاقوں پر قابض ہوگیا،راجا ناگرمل کو آگرے بلوایا،میر تقی میر بھی ہمراہ (۷-۱۱۷۵ھ) تھے۔راجا نے حسنِ تدبیر سے شاہی فوج سے صلح کر لی(۱۱۹)۔آگرہ میں چار ماہ قیام (۱۱۷۶ھ) رہا۔اس عرصہ میں مقامی علماء وفضلاء سے ملاقات کی۔علی متقی اور امان اللہ کے مزاروں کی زیارت کی۔دلّی کی تباہی پر ملال وتاسف لیے کمھیر ریاست

بھرت پور واپس (۱۱۷۶ھ) آئے۔ ریاست بھرت پور میں عماد الملک سے ملاقات اور ان کی ریختہ گوئی، فارسی شاعری اور خوش نویسی کی تعریف کی (۱۲۰)۔ قصیدہ (۱۱۷۴۔۷۶ھ) عماد الملک کی تعریف میں لکھا (۱۲۱)۔

۱۷۶۳ء سورج مل کے بیٹے جواہر سنگھ نے فرخ نگر کے نواب سے جنگ شروع کی، سورج مل مدد کو گیا، فرخ نگر کے نواب نے نجیب الدولہ سے امداد چاہی، ۲۵ر دسمبر کو سورج مل نجیب الدولہ کی فوج سے لڑتا ہوا مارا گیا (۱۲۲)۔

نواب شجاع الدولہ شاہ عالم کو لے کر انگریزوں سے لڑنے نکلا لیکن بکسر کے مقام پر شکست کھائی جس کے سبب شاہ عالم نے بنگالے کی دیوانی انگریزوں کے نام لکھ دی، جس کا معاوضہ ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ تھا، انگریزوں نے بادشاہ کا دو لاکھ ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے اسے الہ آباد روانہ کر دیا۔ الہ آباد، کوڑہ جہاں آباد کے اضلاع بادشاہ کی جاگیر میں شامل رہے۔ بادشاہ ۱۷۷۱ء/ ۱۱۸۵ھ تک الہ آباد میں مقیم رہا (۱۲۳) اور ملک کا انتظام کمپنی کے ہاتھ آ گیا (۱۲۴)۔

۱۷۶۴۔۶۵ء شجاع الدولہ ملھار کو ساتھ ملا کر فوج جمع کر کے انگریزوں سے مقابلہ کرنے گیا اور شکست پائی، شجاع الدولہ نے انگریزوں سے صلح کر لی انھوں نے اس کے صوبے اسے دے دیئے واپس عظیم آباد چلے گئے بعد ازاں بادشاہ سے بھی معذرت چاہی اور اودھ کی وزارت حاصل کی (۱۳ر ربیع الاول ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء) (۱۲۵)۔

اسی عرصہ میں جواہر سنگھ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ملھار راؤ ہولکر کی اعانت سے بھاری لشکر لے کر نجیب الدولہ پر حملہ آور ہوا اور دہلی کا محاصرہ کر لیا دو ماہ جنگ و جدل، کشت و خون جاری رہا (۱۲۶)۔ نواب عماد الملک بھی بھرت پور سے جواہر سنگھ کی مدد کو آ گیا۔ (۱۲۷) میر عماد الملک سے ملاقات کو گئے انھوں نے میر کا خیال رکھا (۱۲۸)۔

۱۷۶۸ء اسی عرصہ میں دکھنی مرہٹے بھاری لشکر کے ساتھ جواہر سنگھ کی سلطنت تک آ گئے اس نے سکھ فوجی بھرتی کیے اور مقابلہ کیا مرہٹے شکست کھا گئے، شکست خوردہ سردار ملھار غم سے مر گیا، اسی عرصہ میں رگھوناتھ راؤ دکھنی سردار بھی جواہر سنگھ کے پڑوسی زمیندار پر حملہ آور ہوا اس نے مدد مانگی جواہر سنگھ بے پایاں لشکر لے کر دریائے چنبل پر خیمہ زن ہوا۔ مرہٹے اور بھی جی توڑ کر لڑے اسی دوران ابدالی کی آمد کا سن کر بھاگ گئے، جواہر سنگھ (سورج کا بیٹا) آگرہ میں جا بیٹھا۔ راجا ناگر مل اس سے ملاقات کو گئے، میر

بھی ہمراہ تھے۔علی متقی اور امان اللہ کے مزاروں کی زیارت کی۔آگرہ کا دوسرا سفر پندرہ روزہ تھا(۱۱۸۲ھ) پھر کمھیر آئے(۱۲۹)۔

احمد شاہ دریائے ستلج کی طرف سے لشکر لے کر حملہ کرنے آیا مگر سکھوں نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔اسی عرصہ میں جواہر سنگھ اور مادھوسنگھ (پسر جے سنگھ) کے مابین ریاستی معاملات پر تلخی ہوئی جو جھگڑے میں مبدل ہوئی اور کافی نقصان ہوا، بخت سنگھ کے لڑکے بجے سنگھ نے صلح کرائی، مگر مادھوسنگھ کے سرداروں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے پھر جنگ شروع کر دی، جواہر سنگھ نے شجاعت سے اس بلا کو ٹالا، پھر اپنے قلعوں میں چلا گیا، اس دوران راجپوت فوجی اطراف کے گاؤں لوٹنے کو دکھنیوں کی سرپرستی میں آئے، بالآخر جواہر سنگھ نے مقابلہ کیا اور سکھ فوجی سرداروں کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔سکھ فوج بھی بغاوت پہ آمادہ ہوئی، کچھ عرصہ بعد مادھوسنگھ علالت سے فوت ہوا اور اس کی فوج نے صلح کر لی۔جواہر سنگھ اکبرآباد چلا آیا(۱۳۰)۔

۱۷۶۸ء جواہر سنگھ قتل ہوا۔اس کا بھائی راؤرتن سنگھ جانشین ہوا۔اس نے گوسائیں روپانند کو کیمیا کی ایجادات سکھانے کے لیے کافی دولت دی جب اس کا پردہ فاش ہوا تو اس نے راؤرتن سنگھ کو مار دیا۔اس کے بعد اس کا شیر خوار بیٹا کیسری سنگھ جانشین بنایا گیا جبکہ حکومت دان سنگھ (نول سنگھ کا سالا) کرتا رہا(۱۳۱)۔

۷۰۔۱۷۶۹ء سورج مل کے لڑکوں میں خانہ جنگی، جاٹوں کی شورش وفتنہ انگیزی کے سبب راجا ناگرمل نے اپنے بیٹوں اور دہلی کے مہاجروں کو لے کر جن میں میر مع اہل خانہ شامل تھے، (۱۱۸۴ھ) کاماں، راجستھان ہجرت کی کچھ عرصہ وہیں سکونت پذیر رہے(۱۳۲)۔

۱۷۷۱ء شاہ عالم ثانی الہ آباد سے نکلا اور (۲۷؍دسمبر ۱۷۷۱ء/۱۱۸۵ھ) دارالسلطنت دہلی میں داخل ہوا۔راستے میں فرّخ آباد کے مقام پر قیام کیا(۱۳۳)۔

میر تقی میر کو راجا ناگرمل نے (۱۱۸۵ھ) سفیر بنا کر حسام الدین حیدرخاں کے پاس فرّخ آباد بھیجا تاکہ بادشاہ سے مصالحت ہو سکے لیکن راجا کا چھوٹا بیٹا مانع آیا، میرؔ کا جانا رائیگاں گیا(۱۳۴)۔

سفرِ فرّخ آباد کے دوران قصیدہ بعنوان ''قصیدۂ مدحیہ شاہِ وقت'' کہا(۱۳۵)۔

۱۷۷۱ء میر بیوی بچوں کے ہمراہ راجا نگرمل کے لشکر کے ساتھ دلّی پہنچے اور بیوی بچوں کے ہمراہ عرب سرائے میں قیام کیا اور راجا ناگرمل کی ملازمت ترک کر دی(۱۳۶)۔

راجا ناگرمل کے بڑے بیٹے رائے بہادر سنگھ نے ان کی اعانت کی(۱۳۷)۔

زوجۂ میر (والدۂ فیض علی) کا انتقال (۱۳۸)۔

۱۷۷۲ء ۶/جنوری/۱۱۸۵ھ شاہ عالم کی باقاعدہ تاج پوشی کی گئی (۱۳۹)۔

چندروز بعد مرہٹہ سردار بادشاہ کو ضابطہ خاں کی سرکوبی کے لیے لشکر میں ساتھ لے چلے، ضابطہ خاں فرار ہوکر سکرتال جا پہنچا، شاہی لشکر بھی بادشاہ کے ہمراہ (ذیقعدہ ۱۱۸۵ھ) سکرتال پہنچا، میر تقی میر بھی شاہی لشکر کے ہمراہ، رائے بہادر کی جمعیت میں تھے۔ ضابطہ خاں (پسر نجیب الدولہ) سے مرہٹوں اور شاہی فوج کی لڑائی (۲۳/فروری)، ضابطہ خاں فرار، مرہٹوں نے تباہی مچادی مگر بادشاہ کو کچھ نہ دیا۔ شاہی قافلے کے ہمراہ میر بھی واپس (۹/جولائی ۱۷۷۲ء) دلّی آئے (۱۴۰)۔ اس کا مرقع مخمس میں بیان کیا ہے (۱۴۱)۔

رائے بہادر سنگھ (راجا ناگرمل کے بڑے بیٹے) کی مالی حالت کمزور ہوئی۔ میر نے گوشہ نشینی اختیار کی (۱۴۲)۔

۱۷۷۲ء نامساعد حالات کے سبب پریشان رہے (۱۱۸۶ھ) وجیہ الدولہ نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا (۱۴۳)۔

بادشاہ دہلی آیا تو نجف خان نے بادشاہ کو آمادہ کیا کہ جاٹوں کے محلات پر قبضہ کیا جائے، حسام الدین سے مشورہ کیے بغیر سات ہزار سپاہی لے کر نکلا اور پہلے ہی ہلّے میں شہر کے قریب کے محالات پر قابض ہوا اور غرور میں مبتلا ہوا، دکھنی مرہٹوں نے یہ دیکھا تو بادشاہ کے خلاف محاذ بنا کر ضابطہ خاں (پسر نجیب الدولہ) کو بخشی گری کے عہدے کا لالچ دیا اور جاٹ فوج کو بھی اسی طرح فائدے دکھا کر ساتھ ملا لیا اور شہر میں داخل ہوکر افراتفری مچادی، ابتدا میں معمولی جھڑپیں ہوئیں پھر باقاعدہ جنگ چھڑی، نجف خاں کے ہمراہ بلوچ فوج، موسیو مدک فرنگی تھے مگر دکھنیوں کے آگے ٹک نہ سکے اور پیٹھ دکھا کر بھاگے، حسام الدین چند سپاہیوں کے ہمراہ رات گئے تک ڈٹا رہا پھر بادشاہ کے پاس آیا، نجف خاں اپنی حویلی میں جا چھپا، میر آتش لڑائی کے دوران روپوش رہا، پرانا شہر دلّی پھر اجڑ گیا۔ میر تقی میر اس ہنگامے میں محفوظ رہے۔ تیسرے دن حسام الدین ان لوگوں کے حسبِ منشا صلح کر کے آئے (۱۴۴)۔

۱۷۷۳ء حسام الدولہ نے دکھنی مرہٹوں کی مدد سے نجف خاں اور دوسرے مغل سرداروں کو شہر بدر کر دیا (۱۴۵) ابھی یہ نکلے بھی نہ تھے کہ وزیر شجاع الدولہ یلغار کرتا ہوا اودھ سے فرخ آباد پہنچا اور مرہٹوں کے مقابل آیا تین ماہ شش و پنج میں گزرے بالآخر صلح (۲۱/اپریل، ۱۷۷۳ء) ہو گئی، اس نے نجف خاں کو اپنا

مختار بنا کر بادشاہ کے پاس بھیجا اور خود اودھ چلا گیا(۱۴۶)۔

۱۷۷۳ء جب نجف خاں دہلی آیا(۲۰رمئی ۱۷۷۳ء) تو اسے مجدالدّ ولہ مہام جنگ کا خطاب ملا، ۲۲رمئی کو مختار بنا، راجا ناگرمل کی جگہ دیوانی خالصہ وتن کا عہدہ نواب مجدالدولہ عبدالاحد خاں کو ملا، نواب حسام الدین کو قید کر کے فتح خاں درّانی کے حوالے کر دیا وہ مختار ہے مارے یا بخش دے(۱۴۷)۔

۱۷۷۲-۷۳ء میراس تمام عرصہ میں (تین سال) دلّی میں قیام (۸۷-۱۱۸۶ھ) کے دوران گوشہ نشین رہے اور محدود حلقہ احباب سے ملاقاتیں رہیں۔ ادبی فضا سنسان، مظہرؔ، دردؔ، حاتم کے سوا کوئی بڑا شاعر دلّی میں نہ تھا(۱۴۸)۔

دلّی کے مصائب کے باوجود ماہانہ مشاعروں کا انعقاد اور مشاعروں، مطارحوں میں شرکت جاری رہی(۱۴۹)۔

شاہ حاتم کے شاگرد بقاؔ سے شاعرانہ چشمک رہی(۱۵۰)۔

مثنوی ''اژدرنامہ'' لکھی(۱۵۱)۔

معاشی طور پر تنگی کا زمانہ رہا۔ ان ہی دنوں ''ذکرِ میر'' لکھنی شروع کی(۱۵۲)۔

خانہ نشینی (۱۱۸۸ھ) کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ابوالقاسم خاں اعظم الدولہ(۱۵۳)۔

قاضی لُطف علی خاں، قطب الدین خاں (پسر سعدالدین خاں خانساماں)، بیرم خاں سے ملاقاتیں رہتیں، یہ لوگ گاہے گاہے مدد وغیرہ کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار بادشاہ بھی کچھ نذر کر دیا کرتے تھے۔ وزیر حسن رضا خاں سرفراز الدولہ بھی اعانت کیا کرتے تھے۔ میر اکثر قرضدار رہتے تھے غرض عسرت میں گزر اوقات کر رہے تھے(۱۵۴)۔

۱۷۷۳ء بادشاہ قلاش ہو گیا اس کے تصرّف میں چند دیہات و چند شہر تھے، شاہی فوج کی نوعیت بھی مستحکم نہ تھی، عبدالاحد خاں، جو دیوانِ خالصہ اور مختار تھا، اس کے آگے کسی کی نہیں چلتی تھی، بادشاہ کے مزاج میں بھی دخیل تھا۔ اس زمانے میں جاٹ یعنی سورج مل کی اولاد درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تک قابض تھے۔ نجف خاں نے بے سروساماں فوج لے کر ایک دن جاٹوں پر دھاوا بول دیا۔ معمولی جھڑپوں کے بعد جنگ شروع ہوئی تو پانسا پلٹا اور بے سروساماں نجف خاں شام تک فتح پا گیا اگلی صبح جاٹوں کے مضبوط قلعے بلم گڑھ کا محاصرہ کیا، چند دن توپ و رہکلہ چلتا رہا، وہاں کے سردار نے کہا کہ آگے جاؤ اور بڑے سرداروں سے لڑو، یہ قلعہ تو بغیر جنگ کیے بھی جیت جاؤ گے۔ نجف خاں آگے

بڑھا اور جاٹوں کے مقبوضہ قصبے ہوڈل پہنچا ادھر جاٹ سردار نول سنگھ بھاری لاؤ لشکر سمیت مقابلے کو آیا۔ شاہی فوج فاقوں کی کثرت کے باوجود لڑتی رہی مگر رسد کی کمی نے جنگ کا فیصلہ نجف خاں کے حق میں کر دیا، سَمرو (فرنگی) (۱۵۵) بھی توپ اور رسالے کے ساتھ دیر تک جمارہا، دن کے آخری حصے میں وہ بھی میدان چھوڑ گیا۔ نجف خاں نے میدان مارلیا۔ جس نے سُنا ششدر رہا۔ نول سنگھ غم سے بیمار پڑا۔ نجف خاں کو پذیرائی حاصل ہوئی وہ زبانی جمع خرچ کرتا رہا، جو آتا اس کا نوکر ہو جاتا چند دنوں میں وسیع لشکر جمع ہو گیا۔ نجف خاں مفلسی میں چرب زبانی سے ان سب سے کام لیتا رہا، بالآخر اپنے فوجیوں کو جاٹ سرداروں کے محلات پر بھیجا اس تدبیر سے فائدہ ہوا، خود نجف خاں نے قلعہ ڈیگ کا محاصرہ کیا جس کا سردار نول سنگھ بیمار تھا بعد ازاں مر گیا اس کے مرنے کے بعد سورج مل کے چھوٹے بیٹے رنجیت سنگھ کو گدی نشیں کر کے مقابلہ کیا مگر قلعے کے داروغہ توپ خانہ نے سازش کی اور اُدھر کے سرداروں کو خفیہ راستے سے قلعے میں داخل کرا دیا۔ قلعے کی لوٹ مار سے بھی کافی فائدہ ہوا ہر ایک کے اسباب ہو گئے اور نجف خاں کو سامان سمیت بے شمار توپ خانے ملے۔ اس فوج کا قلقچی (۱۵۶) تک مالدار ہوا، ۷، آٹھ دن لوٹ مار کرنے کے بعد قلعے کو سرداروں کے سپرد کیا (۱۵۷) اور آگے بڑھا، کمبھیر کے قلعے پر حملہ کیا، رنجیت سنگھ سردارِ قلعہ نے قلعے کو آلاتِ جنگ وغیرہ سے خالی کیا اور بھرت پور چلا گیا۔ جو مضبوط تر قلعہ تھا۔ نجف خاں اس پر بھی قابض ہوا اور بہت سا مال اور سپاہی اس کے ہاتھ آئے۔ مجبوراً سردار رنجیت کی ماں کشوری نے حالات دیکھ کر صلح کی درخواست کی، نجف خاں بھرت پور ان کے حوالے کر کے آگرے چلا گیا۔ آگرہ پر جاٹوں کے قلعے نقب لگا کر قبضہ کیے۔ جو سردار وہاں موجود تھے انھیں امان دی اور ان سے اچھا سلوک کیا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے صوبے پر اس کا قبضہ ہو گیا (۱۵۸)۔ عبدالاحد خاں تک اسکے سامنے ڈون کی لینے (۱۵۹) لگا۔

نجف خاں دہلی (۱۲/جون ۱۷۷۴ء) آیا، بادشاہ نے قول کے مطابق ملک کے تہائی حصے کا سوال کیا تو کہا یہ جو فوج میرے ساتھ ہے ان کی تنخواہ میں یہ تمام مقبوضات تقسیم ہیں، حضور تیسرے حصے کی قیمت لے لیں، بادشاہ کا داؤ نہ چل سکا، مجبوراً ملک کے تیسرے حصے کے محالات بطور مختار الگ کر کے دیے، میر بخشی کا عہدہ دیا، نجف خاں امیرالامراء ہو گیا، کچھ دنوں بعد بادشاہ سے اجازت لے کر آگرہ (۲۱/اپریل ۱۷۷۵ء چلا گیا (۱۶۰)۔

۱۷۷۴ء وزیرِ اعظم امیرِ معظم نواب شجاع الدولہ (۱۳/اپریل/ ۱۶/صفر ۱۱۸۸ھ) حافظ رحمت خاں روہیلہ سے

خصومت کے سبب جنگ کرنے نکلا، حافظ رحمت نے انگریزوں کو خط لکھا کہ وزیر اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا گورنر بہادر جو ''صاحب'' کہلاتا تھا جنگ کے ارادے سے نکل پڑا۔ نواب شجاع الدولہ اس بالا دست انگریز کا زیادہ پاس کرتا تھا، خود تنِ تنہا اس کے پاس گیا، اس سے کہا کہ میں تمہارا لحاظ کرتا ہوں، مگر اپنی بات ہیٹی نہ ہونے دوں گا یا تو مجھے اپنے ساتھ کلکتہ لے چلو یا ریاست کو میری مرضی پر چھوڑ دو، گورنر صاحب نے اس کا سلوک دیکھ کر ہاتھ اُٹھا لیے، اور کڑا، الہ آباد اور اضلاع بھی اسی کے حوالے کر دیئے، جب شجاع الدولہ واپس آیا تو اس کی فوج میں فرنگی سپاہی مقدمۃ الجیش تھے۔ جب روہیلوں نے یہ حال دیکھا تو سہم گئے، ضابطہ خاں اور دیگر چند سردار بھی شجاع الدولہ کے مؤید ہوئے، انھیں شجاع الدولہ نے اپنی فوج کے پیچھے صف آرا کیا (۱۶۱)۔ کڑا، میران پور میں جنگ ہوئی۔ آصف الدولہ جنگ کے میدان میں سرگرمی سے لڑے، جنگ شباب کو پہنچی تو گولہ باری کے سبب کُشتوں کے پُشتے لگ گئے۔ زمین حافظ رحمت خاں روہیلہ (۱۶۲) پر تنگ ہوگئی، ایک گولہ لگا اور حافظ رحمت خاں (۱۳/اپریل، ۱۷۷۴ء) کو شہید ہوا۔ روہیلکھنڈ پر شجاع الدولہ نے قبضہ کر لیا اور فتح پر سجدۂ شکر کیا، نجف خان جو آگرہ سے اس لشکر میں شامل ہوا تھا واپس آگرہ گیا۔ روہیلوں کا لشکر لوٹا گیا، زن و فرزند قید کر لیے گئے (۱۶۳)۔

۱۷۷۵ء دخترِ میر، تخلص ''بیگم'' کی شادی (۱۱۸۸ھ) دہلی میں، ان کے بھانجے (بڑی بہن کے بیٹے) حسن علی عرف حاجی تجلّی پسر محمد حسین کلیم (۱۶۴) سے ہوئی (۱۶۵)۔

۱۷۷۵ء روہیلکھنڈ کی فتح کے بعد شجاع الدولہ شان و شوکت کے ساتھ صوبے میں داخل ہوا، آب و ہوا کی تبدیلی راس نہ آئی، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، اس نے دور اندیشی سے آصف الدولہ کو مسند نشین کیا (۱۶۶)۔

شجاع الدولہ نے وفات (۲۳/ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ/ ۲۵/جنوری) پائی (۱۶۷)۔

۱۷۷۵ء عبدالاحد خاں نے اپنے چچیرے بھائی ابوالقاسم، ملقب اعظم الدولہ کو (اکتوبر) سہارن پور کا فوجدار بنا کر دہلی سے روانہ کیا (۱۶۸)۔ اعظم الدولہ میر تقی میر پر خاص عنایات کرتے تھے، کبھی ملاقات ہوتی تو کچھ نہ کچھ دیا کرتے تھے (۱۶۹)۔

۱۷۷۵-۷۶ء دیوان دوم دلّی میں مرتب ہوا (۱۷۰)۔

۱۷۷۶ء اعظم الدولہ کی (۴/مارچ) ضابطہ خاں کی فوجوں سے جھڑپ ہوئی، امیر نگر کے مقام پر ۱۱/مارچ کو مارا

گیا(۱۷۱)۔

کچھ دنوں بعد مختار الدولہ صوبہ دار و وزیر بسنت نامی خواجہ سرا کے ہاتھوں قتل ہوا(۱۷۲)۔

۱۷۷۹ء عبدالاحد خاں سے بادشاہ کُڑھا بیٹھا تھا اس نے اس کے سرکوبی کے لیے امیر الامراء، ذوالفقار الدولہ نجف خاں کو خط لکھا، وہ بادشاہ کی شہ پا کر آگرہ سے روانہ ہوا، اس کی آمد کا سن کر عبدالاحد خاں بدحواس ہوا اور شہزادہ اکبر شاہ اور سکھوں کی فوج لے کر بھاگم بھاگ دہلی پہنچا اور قلعے کا بندوبست سنبھالا، نجف خاں دہلی کے جنوب میں کش داس تالاب پر خیمہ زن ہوا، بادشاہ نے عبدالاحد کو ہی پیشوائی کے لیے بھیجا وہ تزک واحتشام کے ساتھ گیا، نجف خاں سے ملا، شہزادہ اکبر شاہ اس کے ساتھ تھا(۱۴ر نومبر ۱۷۷۹ء)، نجف خاں نے بظاہر رواداری دکھائی اور باتوں میں لگا کر قلعے تک آیا جب ایک چاقو کے پھل کا فاصلہ رہا تو نجف خاں نے اپنے فوج کو مع توپ خانہ قلعے میں مورچہ سنبھالنے کا حکم دیا، عبدالاحد خاں بادشاہ کے خیال سے چپ رہا، مگر جب بادشاہ سامنے آیا تو اسے حالات کی سنگینی کا احساس ہوا، بادشاہ ظاہر میں صلح کر چکا تھا مگر خفیہ طور پر اس سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ مختار عبدالاحد کی فوج کے سپاہی بھی نجف خاں سے جا ملے بالآخر عبدالاحد خاں (۱۵ر نومبر ۱۷۷۹ء) کو نظر بند کر دیا گیا۔ نجف خاں نے ۲۰ ہزار روپے روزا پنے پاس سے مقرر کیے، چند خدمت گار اس کے لیے مقرر کیے اور اسے دلاسے دیتا رہا کہ بادشاہ سے جلد صلح کرا دے گا، نجف خاں نے وکیل مطلق کا عہدہ حاصل کر لیا(۱۷۳) اور نواب قمر الدین خاں کی حویلی اپنی رہائش کے لیے منتخب کی۔ اس کے بلند مرتبہ ہوتے ہی لوگوں نے آمد و رفت شروع کی وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا(۱۷۴) مکروہات اور تماش بینی نے اسے سِل کے مہلک مرض میں گرفتار کیا، علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوا(۱۷۵)۔

۱۷۷۷ء۔۱۷۸۰ء میر تقی میر (لکھنؤ جانے تک) خانہ نشین رہے۔ اسی عرصہ میں میر نے مثنوی'' ننگ نامہ'' تصنیف کی ،جس میں دہلی تا ننگ (نزد کرنال) تک کے سفر کا احوال بیان کیا ہے۔ دہلی کی صورتحال یہ ہوگئی تھی کہ بادشاہ بھی گدا بن گئے تھے۔ میر کا حال بھی ایسا ہی تھا(۱۷۶)۔

۱۷۸۱ء مرزا محمد رفیع سوداؔ نے لکھنؤ (۱۱۹۵ھ) میں وفات پائی (۱۷۷)۔

۱۷۸۲ء نواب آصف الدولہ نے نواب سالار جنگ (۱۷۸) کے ذریعے میر تقی میر کو لکھنؤ بلوایا۔ میر نے خط (اور زادِ راہ) ملتے ہی لکھنؤ کی راہ لی (۱۱۹۶ھ) میرؔ دہلی سے فرّخ آباد پہنچے، رئیسِ فرخ آباد نے دو روز ٹھہرایا اور مزید کچھ دن روکنا چاہا مگر میر نہ مانے فرّخ آباد سے لکھنؤ پہنچے اور سالار جنگ (ماموں

نواب آصف الدولہ) کے گھر قیام کیا۔انھوں نے قدر افزائی کی۔آصف الدولہ سے ملاقات ہوئی تو وہ بغل گیر ہوئے اور اپنے شعر سنائے۔میر نے تعریف کی۔کچھ دن بعد آصف الدولہ نے دربار میں یاد فرمایا، میر نے قصیدہ (۱۷۹) سنایا، بعد ازاں نواب سالار جنگ کی سفارش سے ۲ سو روپے ماہانہ وظیفہ صیغۂ استادی کے ذیل میں مقرر ہوا (۱۸۰)۔

۱۷۸۲ء میر کے لکھنؤ جانے کے بعد نجف خاں نے سِل کے مرض میں (۶/اپریل) انتقال کیا، اس کا مقبرہ مسجدِ موٹھ کے قریب دہلی میں ہے (۱۸۱)۔اس کے مرنے کے بعد اس کے سپاہیوں اور سرداروں میں رسّا کشی ہوئی، افراسیاب خاں (۱۸۲) نے علی گڑھ، محمد شفیع نے میرٹھ، نجف قلی نے میوات اور ریواڑی اور محمد بیگ ہمدانی نے بھرت پور، الوَر، جے پور کے علاقوں پر قبضہ کرلیا (۱۸۳)۔مرزا محمد شفیع (برادر نجف خاں) نے بادشاہ کے اشارے پر عبدالاحد خاں کو نظر بندی (۱۶/جون ۱۷۸۲ء) سے رہا کیا اسے دیوانی خالصہ پر فائز کیا اور خود مسندِ ریاست پر نجف خاں کا جانشین بن کر متمکن ہوا (۱۸۴)۔مرزا شفیع جرّار و سفاک تھا، اس نے نجف خاں کے چیلوں کی سرکشی پر شہر ہی میں جنگ شروع کردی، نجف خاں قلی کو گرفتار کیا۔بظاہر افراسیاب اس سے مل گیا (۱۸۵)۔لطافت نامی خواجہ سرا جو آصف الدولہ کی طرف سے بادشاہ کے ساتھ رہا کرتا تھا اور رسوخ بھی رکھتا تھا، اس نے سَمرو کے فرنگی رشتہ داروں (جرمن کمانڈر پالی) کے ساتھ مل کر سازش کی، اور مرزا شفیع کو مارنا چاہا بادشاہ کو بھی شامل کرلیا، جب اس کا علم مرزا شفیع کو ہوا تو وہ عبدالاحد خاں کو لے کر (۱۶/اکتوبر ۱۷۸۲ء) فرار ہوا، بادشاہ نے اس کے فرار ہونے پر اطراف میں خطوط بھیج دیئے کہ ہر صورت اسے حضور شاہ میں لائیں۔اس نے بلم گڑھ میں یہ تحریر پڑھی تو عبدالاحد خاں کو چھوڑ کر فرار ہوا اور اکبر آباد پہنچا، جہاں محمد بیگ ہمدانی کا تسلط تھا، اس سے عہد کر کے بادشاہ کے رفقاء سے جنگ پر آمادہ کیا۔وہ ۲۰ ہزار فوج لے کر ساتھ چلا، اِدھر خواجہ سرا، بادشاہ اور فرنگی دریائے جمنا کے کنارے خیمہ زن ہوئے، (۱۷/نومبر) خواجہ سرا کو گرفتار کیا، فرنگی کو ماڈالا، (۲۵/نومبر) بادشاہ نے اپنی حفاظت کی، اب انھوں نے دیکھا کہ بادشاہ بغیر جنگ کے قابو نہیں سکتا تو عبدالاحد کو درمیان میں لائے اس کے ذریعے قول و قرار کر کے قلعے لائے، نجف قلی، افراسیاب خاں اور عبدالاحد نے متحد ہوکر سلطنت کے معاملات دیکھنے شروع کیے، ہمدانی کو چند توپیں اور رہکلہ دیئے وہ واپس آگرہ گیا، کچھ دنوں بعد افراسیاب اپنے محالات میں گیا، مرزا شفیع نے عبدالاحد خاں کو (۱۱/اگست ۱۷۸۲ء) مختار بنوادیا اور نجف قلی خاں سے جنگ کی

اور گرفتار (۱۰ر ستمبر ۱۷۸۲ء) کر کے بیگم (نجف خاں کی بہن) کے پاس (۱۲ر ستمبر) بھیج دیا (۱۸۶)

۱۷۸۲ء مرزا شفیع کو ناصرالدولہ ذوالفقار جنگ کا خطاب، آگرہ کی صوبہ داری اور میر بخشی کا عہدہ (۱۵ر ستمبر ۱۷۸۲ء) دیا گیا، اب وہ وکیلِ مطلق ہوگیا (۱۸۷)۔ اب وہ ملک گیری کے خواب دیکھنے لگا، اس سے کوئی خوش نہ تھا لہٰذا افراسیاب خاں نے ہمدانی کو ساتھ ملا کر سازش سے اسے قتل (۲۳ر ستمبر ۱۷۸۲ء) کر دیا (۱۸۸)۔

۱۷۸۳ء ان لڑائی جھگڑوں سے رعایا پریشان رہی، پر سب مصائب میں ''چالیسا قحط'' غضب تھا، روپیہ کا آٹھ سیر اناج بکا (۱۸۹)۔

۱۷۸۳ء افراسیاب خاں نے مرزا شفیع کی جگہ (اکتوبر ۱۷۸۳ء) میر بخشی کا عہدہ سنبھالا، ۲۲ر دسمبر کو آگرہ کے لیے روانہ ہوا، ۴ر جنوری ۱۷۸۴ء کو آگرہ پہنچا (۱۹۰)۔

۱۷۸۲۔۸۳ء میر تقی میر نے لکھنؤ میں عقد ثانی (۱۱۹۸ھ) کیا (۱۹۱)۔

۱۷۸۴ء نواب آصف الدولہ کی دعوت پر کلکتہ سے وارن ہیسٹنگز (۱۹۲) کی لکھنؤ آمد (۱۱۹۸ھ) اس موقع پر میر نے بھی ان کی ضیافت میں شرکت کی (۱۹۳)۔ وارن ہیسٹنگز نے چھ ماہ قیام کیا (۱۹۴)۔

۱۷۸۴ء وارن ہیسٹنگز کی آمد (وقیام) کی خبر دہلی پہنچی تو امرائے دہلی میں کھلبلی مچی، عبدالاحد خاں نے اپنے آدمی دوڑائے اور فرنگیوں سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ افراسیاب خاں کو گمان ہوا اگر فرنگی یہاں آیا تو بادشاہ کو اپنے اختیار سے قابو کر کے ہمیں نکال باہر کرے گا، وہ بادشاہ شاہ عالم کو ساتھ لے کر (۱۶ر جون) دہلی سے نکلا، راستے میں عبدالاحد خاں کو قید (۳۰ر جون) کیا اور یہ قافلہ ۶ر اگست کو آگرہ پہنچا، (۱۹۵) مرہٹہ رانا گوہد والا سے معاملات طے نہیں ہو پائے کہ شہزادہ جواں بخت بھاگ کر آصف الدولہ اور فرنگی کی پناہ میں جا چکا تھا۔ اس کی بازیابی کے لیے گفت وشنید ہونے لگی (۱۹۶)۔

۱۷۸۴ء فرنگی آلے بالے (۱۹۷) بتاتا رہا، کیونکہ کلکتہ کا انتظام بھی اس کے مدِّنظر تھا، جب جانے لگا تو شہزادے کو ساتھ لے کر نواب آصف الدولہ سے رخصت ہوا انھوں نے وارن ہیسٹنگز کو اور اس کے ملازموں کو بیش بہا تحائف دیئے اور واپس لکھنؤ آئے (۱۹۸)۔

۱۷۸۴ء افراسیاب خاں اور مرہٹہ نے مل کر محمد بیگ ہمدانی سے لڑنا چاہا، وہ بھی تیار ہوگیا، اسی اثنا میں میرزا زین العابدین برادرِ مرزا شفیع کے آدمی نے افراسیاب خاں کو (۲ر نومبر ۱۷۸۴ء/ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۱۹۸ھ) خنجر مار کر ہلاک کر دیا (۱۹۹)۔ بعدازاں مرہٹہ اور محمد بیگ ہمدانی میں جنگ

چھڑی، ہمدانی نے (۱۰ر نومبر) صلح کر لی (۲۰۰)۔ وارن ہیسٹنگز نے شہزادہ جواں بخت کو رخصت کر دیا وہ لکھنؤ آ گئے اور آصف الدولہ کے زیرِ سایہ رہنے لگے (۲۰)۔

۱۷۸۴ء میرؔ، نواب آصف الدولہ کے ہمراہ شکار کے لیے بہرائچ (۱۱۹۹ھ) گئے۔ شکارنامہ موزوں کیا (۲۰۲)۔

۱۷۸۵ء افراسیاب خاں کے بعد کوئی برسرِ اقتدار نہ رہا تو مرہٹہ سردار مادھو جی سیندھیا نے ریاست گوالیار پر قبضہ کر لیا (۲۰۳)۔ بادشاہ نے اسے مختار یعنی امیر الامراء (شوال ۱۱۹۸ھ/ اگست ۱۷۸۴ء) اور نجف خاں کے آدمیوں کو رسوا کیا۔ اب سلطنت کے تمام اُمور مرہٹہ سردار کی منشاء سے طے پاتے، اس کی فوج بھی دہلی پہنچ گئی۔ سکھ بھی لوٹ مار سے باز آئے اور مرہٹوں سے چوکنے رہنے لگے، عبدالاحد خاں قید کر کے علی گڑھ بھیج دیا گیا جہاں نجف خاں کی بہن کا تسلط تھا (۲۰۴)۔ مادھو جی نے بادشاہ کا وظیفہ ایک لاکھ روپے سالانہ مقرر کیا (۲۰۵)۔ نومبر کو بادشاہ کو لے کر علی گڑھ گیا، دس پندرہ روز لڑائی رہی بعدازاں بیگم کو قلعے سے نکالا اور ۶۵ توپیں، ۱۶ من بارود، ہزار من سیسہ اور ۴۰ ہزار روپے لے کر نکلا۔ (۲۰۶) وہاں سے (۳۰ر نومبر) راجپوتوں پر چڑھائی کر دی، بادشاہ ان سے صلح کر کے دہلی چلا گیا، مرہٹہ آگرہ میں رہ گیا (۲۰۷)۔

۱۷۸۵ء ضابطہ خاں مارا گیا (۲۰۸)۔ باون محال میں اس کا بیٹا غلام قادر باپ کا جانشین ہوا اسے نجیب الدولہ ہوشیار جنگ کا خطاب ملا (۲۰۹)۔

۱۷۸۵ء نواب آصف الدولہ کے ہمراہ کوہستانِ پیلی بھیت شکار پر گئے اور وہاں سے تین ماہ بعد واپس لکھنؤ آئے۔ دوسرا ''شکارنامہ'' (۲۱۰) موزوں کیا اور نواب آصف الدولہ کے حضور پڑھا۔ شکارنامے کی غزلوں میں سے دو غزلیں جو نواب کی پسندیدہ تھیں ان کی خواہش کے مطابق مخمس میں لکھیں۔ نواب آصف الدولہ کی فرمائش پر اپنی غزل کی بحر میں دوسری غزل موزوں کی (۲۱۱)۔

۸۶-۱۷۸۵ء پسرِ میر محمد عسکری، تخلص عرش، معروف میر کلّو عرش کی ولادت ہوئی (۲۱۲)۔

۸۶-۱۷۸۵ء تیسرا دیوان لکھنؤ میں مرتب ہوا (۲۱۳)۔

۱۷۸۷ء مادھو جی نے پھر راجپوتو ں پر چڑھائی کر دی، انھوں نے ہمدانی سے (۲۵ر مئی ۱۷۸۷ء) گٹھ جوڑ کر لیا، ''جنگِ تُنگا'' لڑی گئی، محمد بیگ ہمدانی اسی جنگ میں (۲۸ر جولائی) گولہ لگنے سے ہلاک ہوا (۲۱۴)۔ اس کی جگہ مرزا اسمٰعیل (ہمدانی کا بھانجا) سردار ہوا۔ اس نے مرہٹوں کو شکستِ فاش

دی۔ مادھوجی جان بچا کر آگرہ پہنچا، اسمٰعیل بھی اس کے پیچھے شہر آیا اور اسے شہر بدر کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے جنگ طویل ہوئی تو مادھوجی مالوہ کی طرف متوجہ ہوا (۲۱۵)۔

۱۷۸۸ء بادشاہ شاہ عالم (۴/جنوری ۱۷۸۸ء) آگرہ سے نکل کر نجف قلی خاں کے پاس ریواڑی (۱۲/مارچ کو پہنچا) چلا گیا۔ جہاں جنگ ہوئی، بالآخر نجف قلی خاں مال وزر لے کر واپس چلا گیا۔ بادشاہ (۲۳/مارچ) دہلی آ گیا (۲۱۶)۔

غلام قادر سکھوں کی فوج لے کر آگے بڑھا دوآبہ کے شاہی محالات ہتھیا لیے، بادشاہ سے نقد طلب کیا اس نے کورا جواب دیا، اس نے جنگ کرنے کی ٹھانی اور شاہدرہ پر مورچہ لگا کر بیٹھ گیا۔ جنگ ایک مہینہ جاری رہی، بادشاہ فوجی اسباب کی کمی کے باوجود خوب لڑا اور اس کا سد باب کیا، غلام قادر وہاں سے نکلا اور آگرہ کے نواح تک قابض ہو گیا، یہاں مرزا اسمٰعیل سے اتحاد کیا اور مرہٹوں سے مقابلہ ہوا، مرزا اسمٰعیل نے میدان مار لیا۔ مرہٹہ مادھوجی گوالیار بھاگ گیا، کچھ دنوں بعد پھر فوج لے کر آیا دو ہفتے آگرہ کے اطراف میں جن جاری رہی اس میں مادھوجی سیندھیا غالب آیا، غلام قادر تماشائی بنا رہا مرزا اسمٰعیل بھاگ کر اس کی پناہ میں آیا مگر اس نے توجہ نہ کی، مرزا پھر اپنے علاقوں کی طرف چل دیا (۲۱۷)۔

۱۷۸۸ء بادشاہ شاہ عالم کے ناظر منظور علی نے غلام قادر کو خط لکھ کر دہلی بلوایا کہ بادشاہ پر تسلط حاصل کرے، غلام قادر چل پڑا، پھر ناظر کے مشورے سے قلعے کا بندوبست (۱۵/جولائی) کر کے بادشاہ کو علیٰحدہ کیا۔ ۳۰/جولائی کو شاہ عالم کو معزول کر کے ملکہ زمانی بیگم (محل محمد شاہ) سے بارہ لاکھ رشوت لی اور شہزادہ بیدار بخت (پسر محمد شاہ) کو تخت نشیں کیا (۲۱۸)۔ تمام قلعے کو لوٹا، شہزادوں، شہزادیوں سے ناروا سلوک کیا، غلام قادر روہیلہ نے (۱۰/اگست) شاہ عالم کی آنکھیں نکال لیں (۲۱۹) جب مکمل تسلط پا چکا تو منظور علی خاں ناظر کو (۱۳/ستمبر ۱۷۸۸ء) قید کر لیا اور شہر کی لوٹ مار سے حالت بگاڑ دی، مرزا اسمٰعیل سے بگاڑ لی اس نے مادھوجی (۱۸/ستمبر) سے ہاتھ ملا لیا، مرہٹہ فوج (۲/اکتوبر) دہلی میں داخل ہوئی، روہیلہ قلعہ بند ہو گیا۔ رات کو خضری دروازے سے بھاگا تو فوج واسباب، مال وزر، شہزادوں و ناظر کو بھی ساتھ لے گیا۔ شاہدرہ کے مقام پر صف آرا ہوا۔ مرہٹے بھی اس سے مقابلے کو پہنچے، ایک ماہ جنگ رہی، بالآخر علی بہادر دکھنی سردار بھی مرہٹوں سے ملا اور کچھ دنوں میں غلام قادر کو اسیر کیا اور اغوا شدہ شہزادوں کو آزاد کرایا، مال واسباب چھینا اور پھر سے بادشاہ شاہ عالم

(۱۷/۱۰اکتوبر ۱۷۸۸ء) کا خطبہ جاری کراکے انھیں مسند نشین کیا۔ قلعے جاٹوں کے قبضے میں آگئے۔ بادشاہ کا روزینہ ۱۰۰ روپے مقرر اور نگرانِ حکومت سیندھیا ہوا (۲۲۰)۔

۱۷۸۸ء شاہ عالم، متخلص، آفتابؔ، فارسی اور اُردو میں شعر کہتے تھے ''عجائب القصص'' کے مصنف نے نابینا ہونے کے بعد اپنا مرثیہ لکھا (۲۲۱)۔

۹۱۔۱۷۹۰ء میر نے مسجدِ تحسین کی بنیاد کی تاریخ کہی۔ یہ مسجد نواب آصف الدولہ کے مشہور خواجہ سرا (متوفی اکتوبر ۱۸۱۲ء) نے بنوائی تھی۔ جو لکھنؤ میں چوک اکبری دروازے سے متصل اب تک موجود ہے (۲۲۲)۔

۱۷۹۴ء چوتھا دیوان (قبل از ۱۲۰۹ھ) لکھنؤ میں مرتب ہوا (۲۲۳)۔

۱۷۹۷ء آصف الدولہ کے انتقال (۱۲۱۲ھ/ستمبر) کے بعد نواب وزیر علی تخت نشین ہوئے، چند ماہ حکومت کی بعد ازاں انگریزوں نے انھیں گرفتار کرلیا (۲۲۴)۔

۹۸۔۱۷۹۷ء میر حسن علی تجلّی (بھانجے اور دامادِ میر تقی میر) کا لکھنؤ میں مکانِ میرؔ میں (۱۲۱۳ھ) انتقال ہوا (۲۲۵)۔

۱۷۹۸ء نواب سعادت علی خاں مسند نشین (۲۴/جنوری/ ۱۲۱۲ھ) ہوئے۔ سال بھر جشن جاری رہا، میر کا وظیفہ موقوف ہوا (۲۲۶)۔

۹۸۔۱۷۹۷ء پانچواں دیوان (قبل از ۱۲۱۳ھ) مرتب ہوا (۲۲۷)۔

۱۷۹۹ء میسور کا حاکم ٹیپو سلطان اپنے دیوان میر صادق کی غداری اور انگریزوں کی سازش کے سبب شہید ہوا (۲۲۸)۔

۱۸۰۱ء انشاء اللہ خاں انشاء کی دربارِ سعادت علی خاں میں ملازمت، ان کے کہنے سے میر کا وظیفہ بحال ہوا (۲۲۹)۔

۱۸۰۳ء لارڈ لیک انگریزی فوج لیکر دلّی میں داخل ہوا اور مرہٹوں کا قلع قمع کردیا (۲۳۰)۔

۱۸۰۶ء شاہ عالم نے وفات پائی (۲۳۱)۔

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی مسند آراء ہوئے (۲۳۲)۔

۱۸۰۷ء دخترِ میرؔ 'بیگم' کا انتقال (۱۲۲۲ھ) (۲۳۳)۔

۱۸۰۸ء چھٹا دیوان (قبل از ۱۲۲۳ھ) مرتب ہوا (۲۳۴)۔

میر کے بیٹے میر فیض علی نے وفات (۱۲۲۳ھ) پائی (۲۳۵)۔

۱۸۰۹ء میر کی زوجۂ ثانی نے رحلت (۱۲۲۴ھ) کی (۲۳۶)۔

بڑھاپے کے سبب گوشہ نشین ہو گئے۔ضعف کے سبب بینائی (۲۳۷) اور دانتوں (۲۳۸) سے محروم ہوئے۔اکثر بیمار رہتے تھے۔''(۱۲۲۴ھ/ اواخر ۱۸۰۹ء) میر کے آخری وقت میں قتیل نے (۱۱۷۲ھ تا ۱۲۳۳ھ) لکھنؤ کے مشاعرے میں میر کو سنا تھا۔ایک خط میں لکھا کہ میر صاحب کے تمام جسم مبارک میں رعشہ تھا آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی مگر کلام بہت اچھا سنایا تھا۔(۲۳۹)''

۱۸۱۰ء میر تقی میرؔ نے ۹۰ برس (۲۰ر شعبان، ۱۲۲۵ھ) کی عمر میں لکھنؤ میں رحلت فرمائی (۲۴۰)۔

میر تقی میر لکھنؤ میں تقریباً ۳۰ برس سکونت پذیر رہے،اکثر سوانح نگاروں نے آصف الدولہ کے دربار سے میر کی وابستگی کا ذکر کیا ہے جبکہ میر کی لکھنؤ میں سرگرمیوں کا احوال تشنۂ تحریر نظر آتا ہے۔تاریخی شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر لکھنؤ میں ہونے کے باوجود دلّی کی صورتحال سے غافل نہیں رہے۔گاہے گاہے دلّی کے بارے میں انھیں معلوم ہوتا رہتا تھا ہر چند کہ انھوں نے دلّی میں قحطِ چالیسا کا ذکر نہیں کیا جبکہ لکھنؤ میں وہ اس سے آگاہ ضرور تھے،میر کی لکھنوی زندگی کا حال کسی محقق کا منتظر ہے۔اس ضمن میں میر کے شب و روز ''تاریخِ لکھنؤ'' میں بھی نہیں ملتے توقیتِ میر: تاریخی وتہذیبی پس منظر'' میر محمد تقی میر کی خودنوشت ''ذکرِ میر'' کو بنیاد بنا کر مرتب کیا گیا ہے۔میر کے آباء واجداد کے ذکر سے لے کر میر کی ولادت تا وفات کا عرصہ سترہویں صدی عیسوی تا انیسویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی تک محیط ہے،اس منظرنامے میں میر کی زندگی کی بوقلمونیاں محلِ نظر رکھیں تو اس میں ان کی ذاتی زندگی کے اہم واقعات،سانحات،ذہنی وفکری رُجحانات،ادبی کمالات دیکھے جا سکتے ہیں اور خارجی مظاہر میں ہندوستانی معاشرت،سیاست اور حکومتوں کی روز افزوں تبدیلیاں اور اُن کے میر پر اثرات سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔اس سے قبل بھی میر کی سوانح کو ذکرِ میر اور ان کی دیگر تصنیفات کی روشنی میں اکابر ادباء نے تحریر کیا۔ذکرِ میر کے اعلیٰ تجزیاتی مطالعے قاضی عبدالودود کی جرح سے بھرپور تحقیق کے سبب اُردو ادب میں مقبول ہوئے ،مترجم کی حیثیت سے نثار احمد فاروقی کا ترجمہ ''میر کی آپ بیتی'' ان کی اہمیت کو منوائے ہوئے ہے جبکہ اس ترجمہ کے ذریعے ذکرِ میر کی کجیوں کو بھی نثار احمد فاروقی نے سلیقے سے دور کیا ان کے حواشی،تعلیقے،اس پر دال ہیں نیز سادہ بیانیہ میں میر تقی میر نامی تالیف میں ان تمام شواہد کو میر کی اُپج کے مطابق پیش کیا،جبکہ ان کے مضامین ''تلاشِ میر'' بھی اہم شمار کیے جاتے ہیں۔صفدر آہ ''میر اور میریات'' کے حوالے سے تعارف کے محتاج نہیں اسی طرح کے ایل رلیا رام،آہ سیتاپوری ،عبدالباری آسی،کلب علی خاں فائق رامپوری وغیرہ کی سوانح بھی عہدِ حاضر میں اپنی اہمیت کا احساس دلاتی ہیں۔

آبِ حیات،تذکرۂ سعادت کے بعض واقعات تحقیق سے باطل ٹھہرے،جبکہ بعض سے خارجی وداخلی عوامل کے

تحت استناد کیا جاتا ہے۔اس توقیت کی غایت یہ ہے کہ میر تقی میر پر کی گئی تحقیق وتنقید کو (بالخصوص سوانح میر کے حوالے سے)ان کی زندگی کے شب وروز کے تناظر میں ترتیب وار ملاحظہ کیا جائے تا کہ میر کی شاعری کی طرح شخصیت کو سمجھنے کے بھی نئے زاویے متعارف ہو سکیں۔بقول قاضی عبدالودود میر اچھے سوانح نگار نہیں، وہ اپنے والد، منہ بولے چچا، بھائیوں اور ماموں کے سوا اپنے کسی اور قریبی تعلق سے متعلق اس سوانح میں خاموش نظر آتے ہیں وہ نہیں بتاتے ان کی والدہ کون تھیں؟ بہن حقیقی تھیں یا نہیں؟ بیٹا صرف فیض میر ہی تھا یا بیٹی بیگم تخلص نام؟ معاشقے کا ذکر شاعری میں ہے سوانح میں نہیں، خانگی حالات وکوائف ندارد، یہ تمام جوابات دیگر تصانیفِ میر اور معاصرینِ میر کی کتابوں سے حاصل کیے گئے اور شاملِ سنین ہوئے، مغل سلطنت کی تواریخ اگر چہ اُردو، فارسی، انگریزی میں کئی لکھی گئیں مگر جو کچھ میر نے دیکھا اور محسوس کیا اس کے ناظر وراقم میر ہی ہیں کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جو تاریخوں میں نہیں۔اس لیے اس توقیتِ میر کو تاریخی تناظر اور اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے اور تاریخ ہندوستانی سے جا بجا مدد لی گئی ہے تا کہ سند شمار ہو، وگرنہ قاضی عبدالودود اور نثار احمد فاروقی کی تحقیق کل بھی سند تھی آج بھی سند ہے۔جبکہ تاریخی شواہد کے حوالے سے ''میر وسودا کا دور'' مؤلفہ ثناء الحق صدیقی بھی اہم ہے۔

کالی داس گپتا رضا کی نوشتہ ''توقیت میر'' میں اکثر سنین اور واقعات میں فرق ملا، طرفہ تماشا یہ کہ انھوں نے کہیں حوالہ جات کا اندراج کیا، کہیں نہیں کیا۔یہ ٹھیک ہے میر کہہ گئے کہ

نامرادانہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

مگر حال کے تجربہ کار، جانے مانے محقق اگر سہل پسند ہو جائیں گے تو ہم جیسے مبتدیوں کو تو امام الکاہلین کا درجہ پانے میں قطعی دشواری نہ ہوگی لہٰذا اس شوریدہ سری کا مداوا سنگ ہے یا گُل فیصلہ آپ کریں البتہ اس تحقیق میں کہیں کوئی خامی، کمی نظر آئے تو مطلع ضرور کیجیے۔

حواشی:

☆ کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۳۔

(۱) (الف) ''میرے بزرگ اپنی قوم وقبیلے کے ساتھ زمانے کی نامساعدت کے باعث...............ملک حجاز سے رختِ سفر باندھ کر دکن کی سرحد پر پہنچے...........وہاں سے احمد آباد گجرات میں وارد ہوئے۔بعضوں نے جی چھوڑ کر وہیں ڈیرے ڈال دیئے کچھ نے آگے بڑھ کر روزگار تلاش کرنے کی ہمت کی چنانچہ میرے جدِّ کلاں نے مستقر خلافت اکبر آباد (آگرہ) میں اقامت اختیار کی۔یہاں آب وہوا کی تبدیلی سے بیمار پڑے اور جہانِ آب وگل کو خیر باد کہا۔اُن سے ایک لڑکا یادگار رہا جو میرے

داداتھے۔‘‘ نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۱۷۵۔

(ب)’’میر صاحب کے پردادا مع اپنے قبیلے کے حجاز سے ہندوستان پہونچے۔میر صاحب کے خودنوشتہ تذکرہ ’’ذکرمیر‘‘ کے مطابق پہلے دکن میں ٹھہرے اور پھر کچھ مجبوریوں کی وجہ سے احمد آباد گجرات میں آکر مقیم ہوئے مگر آب ودانہ کی کشش وہاں سے اکبر آباد لے آئی اوراسی سرزمین میں پیوندِ خاک ہوئے۔‘‘

عبدالباری آسی،میر تقی میر(دیباچہ ،کلیاتِ میر)، مشمولہ نقوش میر تقی میر نمبر (لاہور: جلد ۲، شمارہ ۱۲۶،نومبر ۱۹۸۰ء)،ص ۷۔

(ج) قاضی عبدالودود،میر کے حالاتِ زندگی ،مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود)(پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۱۔

(د)’’اپنے نسب کے سلسلے میں وہ فاطمی سیادت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے بعض معاصرین کے ہجو یہ اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ ان کی سیادت میں شک کرتے تھے بعض نے اس طرح کے اشارے بھی کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاندانِ میر کو حسب (پیشے) کے اعتبار سے نانبائی سمجھا جاتا تھا۔

دکان طبع کو جب گرم کرکے میرؔ
کچھ شیرمال سامنے کچھ نان کچھ پنیر
میریؔ کے اب تو سارے مسالے ہیں مجتمع
بیٹا تو گندنا بنے اور آپ کوتھمیر‘‘

نثاراحمد فاروقی ،میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)،ص ۱۴۔

(ھ)’’قیاساً ۱۰۴۰ھ/ ۳۱۔۱۶۳۰ء میر کے بزرگ ایک قافلے کی صورت میں ملک حجاز سے ہجرت کرکے ساحلِ دکن پر اُترے۔ وہاں سے بکھر کر کچھ لوگ احمد آباد گجرات میں آباد ہوگئے، کچھ آگرے میں آبسے۔اِن آگرے میں آبسنے والے بزرگوں میں ایک میر کے جدِّ اعلیٰ تھے۔‘‘ کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میرشناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی،عزیزابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)،ص ۴۳۔

(۲) ’’۱۰۵۰ھ/ ۴۱۔۱۶۴۰ء: میر کے دادا کی ولادت آگرہ میں ہوئی‘‘ کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر:میرشناسی :منتخب مضامین، تحسین فراقی،عزیزابن الحسن(مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)،ص ۴۳۔

(۳) (الف)’’میرے دادا ....بڑی تگ ودو کے بعد فوجداریِ گردِ اکبرآباد پر فائز ہوئے۔‘‘ نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۱۷۵۔

(ب)’’دادا کا نام انھوں نے ظاہر نہیں کیا ’’فوجداریِ نواح‘‘ خاصا بڑا عہدہ تھا اور آج کل کے ڈپٹی کمشنر کے برابر تھا۔اگر ان کے دادا واقعی فوجدارِ نواح تھے تو ان کا زمانہ اورنگ زیب کا عہد رہا ہوگا اور عہدِ عالمگیر کے بیشتر امراء کا حال تاریخوں میں دستیاب ہے ان میں کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جسے نواحِ اکبر آباد کی فوجداری کا عہدہ حاصل ہوا اور اُس پر جدِّ میر ہونے کا گمان کیا جاسکے۔ فوجداری کا عہدہ عموماً منصب کے ساتھ ملتا تھا یعنی خطاب بھی عطا ہوتا تھا اور جاگیر بھی میر کے دادا ہفت ہزاری نہ سہی ہزاری منصب پر بھی فائز ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اُس دور کے مصادرِ تاریخی میں ان کا حوالہ نہ آتا۔دوسرا نکتہ یہ کہ وہ بقولِ میر حالتِ ملازمت میں مرے تھے مغلیہ حکومت کے طریقِ کار کے مطابق اگر کوئی سرکاری ملازم خدمت کی حالت میں فوت ہوتا تھا تو قاضی کا مصدّقہ وراثت نامہ داخل کرنے پر اس کے ورثا کے نام اس کی پوری تنخواہ جاری ہوجاتی تھی یا اس متوفی کے بیٹے کو وہی خطاب اور منصب

دے دیا جاتا تھا۔ اگر میر کے دادا نواحِ اکبرآباد کے فوجدار ہوتے تو اُن کے انتقال پر یہ منصب محمد علی عرف علی متقی کو اور پھر خود میر کو ملنے میں بظاہر کوئی مانع ہونا نہیں چاہیے تھا میرا خیال ہے کہ میر نے اپنے دادا کا عہدہ بڑھا کر بیان کیا ہے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، مطالعۂ میر کے امکانات، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثار احمد فاروقی) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء)، ص ۷۶۔

(۴) (الف) ''جب ان کا سنِ شریف پچاس کے قریب پہنچا تو مزاج اعتدال سے منحرف ہو گیا، کچھ دنوں علاج کیا ابھی پوری طرح صحت یاب نہیں ہوئے تھے کہ گوالیار جانا ہوا۔ راستے کے ان جھٹکوں سے جو نقاہت میں زہر کا اثر رکھتے ہیں، بیمار پڑے اور انتقال کر گئے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۱۷۵۔

(ب) ''۱۱۰۰ھ/ ۸۹-۱۶۸۸ء میر کے دادا کا انتقال، پچاس سال کی عمر میں بیمار ہوئے، کئی دنوں کے بعد ابھی صحت یاب نہیں ہوئے تھے، کسی کام سے گوالیار گئے وہیں انتقال ہو گیا۔'' کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۴۔

(۵) (الف) ''ان کے والد کا نام میر محمد علی تھا اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ ''علی متقی'' مشہور ہو گئے۔''
نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۷۶-۱۷۵

(ب) ''چھوٹے بیٹے جن کا نام محمد علی تھا ۱۰۸۲ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔........... کہا جاتا ہے کہ محمد علی کو علی متقی کا لقب ملا تھا'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۲-۱

(ج) ''۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء میر کے والد میر محمد علی (علی متقی خطاب) کی آگرے میں ولادت۔ بچپن عیش و عشرت میں گذرا۔ محرم خاں کی مسجد والے مدرسے میں شاہ کلیم اللہ کے درس میں شامل۔ وہیں عنفوانِ شباب میں ان کے باقاعدہ مرید۔ درویش تو تھے ہی شاید اس لیے خطاب ''علی متقی'' سے زیادہ شہرت پائی۔ ممکن ہے یہ خطاب شاہ کلیم اللہ ہی کی عنایت ہو۔ پہلے حنفی سنّی تھے، پھر آہستہ آہستہ تفضیلیے سنّی ہو گئے۔'' کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۳۔

(۶) (الف) ''یہاں عقائد کو درست کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ پہلے میر کے والد سنّی تھے اور شیخ کلیم اللہ کی صحبت میں رہ کر تشیع یا تفضیلیت کی طرف مائل ہوئے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۱۷۶۔

(ب) ''قرینہ ہے کہ یہ لقب خود میر کا دیا ہوا ہے۔.. میر اثنا عشری تھے لیکن قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ علی متقی سنّی تھے۔ میر کے تبدیلِ مذہب کے کیا اسباب تھے ان کا علم نہیں، میر کی وسعت مشرب جس پر ڈاکٹر فاروقی نے زور دیا ہے فرضی ہے۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۲۔

(ج) ''علی متقی کے پوتے محسن نے کمالات الشعراء کے مقدمے میں (کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں صرف مقدمہ ہے) اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں شاہ ولی اللہ کے پاس جا کر کتب تفسیر و حدیث مثل کشاف و بیضاوی و جلالین و مدارک و تفسیر کبیر و صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح ترمذی، مسند امام حنبل و امام مالک وغیرہ سے متعلق تحقیق کرتا تھا۔ اس نے کسی شیعہ عالم کے پاس جانے یا شیعوں کی

مذہبی کتابوں کے بارے میں تحقیق کا ذکر نہیں کیا۔ یہ اس کے سنی ہونے پر مشعر ہے اور اس خیال کو کہ علی متقی سنّی تھے اس سے تقویت پہنچتی ہے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، حاشیہ، مشمولہ ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۷۷۔۱۔

(د) ''کلب علی خاں فائق کا یہ خیال قرینِ قیاس ہے کہ انھوں نے والدہ کے سیّد ہونے کی وجہ سے خود کو سیّد سمجھنا اور لکھنا شروع کیا ہوگا'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۴۔۳

(ھ) قیاس ہوتا ہے کہ محمد علی نے دوسری شادی کسی شیعہ خاتون سے کی ہوگی جو سیادت کا دعویٰ بھی رکھتی ہوں گی۔ اس بارے میں یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ تُوران میں سلسلۂ نسب ماں کی طرف بھی ملایا جاتا ہے اور سیادت کی حد تک ایرانیوں نے بھی اس رسم کو قبول کر لیا تھا، ایسے لوگوں کو ''ذُنبالۂ سیادات'' کہا جاتا ہے، اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد شیعیت کے فروغ کا ایک دور آیا تھا۔ خود اورنگ زیب کے جانشین نے شیعی عقائد اختیار کر لیے تھے اور ماں کی طرف سے سیّد ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔.........................اتنی کم سنی میں شیعی عقائد کی طرف میر کا مائل ہونا تعلیم یا مطالعہ کا نتیجہ نہیں ہوسکتا بلکہ انھوں نے یہ اثر اپنی ماں سے قبول کیا اور مادری سلسلہ سے ہی وہ اپنے تئیں سیّد سمجھتے رہے۔''

نثار احمد فاروقی، مطالعۂ میر کے امکانات، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثار احمد فاروقی) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء)، ص ۶۵۔

(۷) (الف) قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۲۔

(ب) ''میر کے والد کا عقدِ اوّل خان موصوف کی بڑی بہن سے ہوا تھا۔''

کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۴۔۴۳

(۸) ایضاً۔

(۹) (الف) ''میر کے بھائی محمد حسن ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۶ء) میں محمد حسن کی والدہ کا انتقال ہو گیا میر کی ولادت کے وقت ان کے سوتیلے بھائی کی عمر ۱۹ یا بیس برس کی ہوگی اور میر کے والد کی عمر تقریباً ۳۶ سال۔''

محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۵۔

(ب) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۴۔

(۱۰) (الف) ''محمد علی جس وقت لاہور چلے ہیں صرف ماما روکتی ہے۔ بی بی کا ذکر نہیں اور ازدواج کی مذمّت کے وقت اس کی قید سے رہائی کا ذکر کرتے ہیں، یہ اُمور خبر دیتے ہیں کہ بی بی پہلے ہی مر چکیں تھیں۔ میرا خیال ہے کہ پہلے حافظ محمد حسن کی والدہ فوت ہوئیں اور امان اللہ کے ورود گرہ سے قبل ہی میر کی ماں مر چکی تھیں'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۔

(ب) محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۵۔

(۱۱) (الف) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن

الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۴۔

(ب) ''غالباً پہلی بی بی کے انتقال کے بعد محمد علی نے دوسری شادی کی تھی۔'' نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۵۔

(ج) ''ممکن ہے یہ شادی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد کی گئی ہو۔'' ماخذ: محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۳

(۱۲) (الف) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۴۔

(ب) ''غالباً ایک بہن بھی تھیں'' نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۵۔

(ج) ''میر کے ایک سگے بھائی محمد رضی اور یک سوتیلے بھائی حافظ محمد حسن اور سوتیلی بہن تھیں، جن کی شادی محمد حسین کلیم سے ہوئی تھی۔'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۳

(د) ''محمد حسین کلیم میر کے بہنوئی تھے، مگر یہ پتہ نہیں کہ اُن سے حقیقی بہن بیاہی گئی تھیں یا سوتیلی یا محض رشتے کی بہن'' قاضی عبدالودود، حاشیہ، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۴

(ھ) ''دورانِ قیام دہلی میں ان کی ہمشیرہ کی شادی میر محمد حسن کلیم کے ساتھ ہوگئ'' کے۔ ایل۔ رلیا رام (مؤلف)، سوانح حیات: میر محمد تقی میر (لاہور: رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۲۷ء)، ص ۲۔

(و) ''تجلّی کی والدہ زوجۂ کلیم عام طور پر حافظ محمد حسن کی حقیقی بہن بتائی جاتی ہیں اور ان کا سالِ ولادت ۱۱۱۸ھ قرار دیا جاتا ہے۔ اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو تجلّی کی ولادت کے وقت ۱۱۶۵ھ ان کی عمر سینتالیس سال کی ہوگی اور یہ وہ سن ہے جب عموماً عورتیں صلاحیتِ تولید سے محروم ہوجاتی ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ تجلّی کی والدہ خود میرؔ کی حقیقی بہن تھیں۔ میرؔ کی والدہ سے علی متقی کا عقد ۱۱۳۰ھ میں ہوا۔ والدۂ تجلّی (دخترِ علی متقی) کی ولادت تقریباً ۱۱۳۳ھ میں سمجھنا چاہئے۔ اس طرح تجلّی کی ولادت کے وقت ان کی عمر بتیس سال کی ہوگی۔ تجلّی کی والدہ میرؔ کی بڑی بہن تھیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرؔ نے ''ذکرِ میر'' کے حصۂ لطائف میں تجلّی کے والد کلیم کو برادرِ بزرگ (بڑا بہنوئی) لکھا ہے۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۸۴۔

(۱۳) ''ادبی نقطۂ نگاہ سے محمد شاہی دور کا اہم واقعہ یہ ہے کہ دوسرے سالِ جلوس ۱۷۲۲ء/ ۱۱۳۳ھ میں ولی کا دیوان دہلی پہنچا اور اس کو دیکھ کر دہلی کے شعراء نے فارسی کی جانب سے توجہ ہٹا کر اُردو میں طبع آزمائی شروع کر دی، متقدمین کا دورِ اوّل کلیتاً عہدِ محمد شاہی سے متعلق ہے، اور دورِ دوم کی ابتداء بھی محمد شاہ کے زمانہ سے ہی ہوتی ہے۔'' ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سودا کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۳ [طبع دوم]۔

(۱۴) (الف) ''۱۱۳۵ھ ان کا سالِ ولادت تسلیم کیا جا چکا ہے'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۱۴۔۳۱۸

(ب) عبدالباری آسی، میر تقی میر، کلیات میر (دیباچہ)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۲۶ (نومبر ۱۹۸۰ء) ص ۷۴۔۷

(ج) قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۲۔۲

(د) جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۹۶۔۳۸

(۱۵) کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر:میرشناسی :منتخب مضامین، تحسین فراقی،عزیزابن الحسن(مرتبین)(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء)،ص۴۴۔

(۱۶) قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر(مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۵ء)،ص۲۔

(☆)(الف)فرخ سیر:ولادت:۳/رجب ۱۰۹۵ھ،مسند نشینی:۱۱۲۴ھ۔معزول:چھ سال چار ماہ ،چند روز حکمران رہا،بعدازاں اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کرقید کردیا گیا۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء۔محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد ۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص۱۴۹۔۱۰۰[جلد۹]۔

(ب)''فرخ سیر ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۳ءتخت نشیں ہوا۔........................۱۱۳۱ھ سیّد بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔''ماخذ:ثناء الحق صدیقی(مؤلف)، میروسودا کا دور (کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)،ص۳۳ [طبع دوم]۔

(۱۷) (الف)''خفشاں نمود کا تعلق میر محمد حسین مشہدی کے گروہ سے معلوم ہوتا ہے جس نے عالمگیر کی وفات ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء کے بعد ایک نئے مسلک کی بنیاد ڈالی تھی،وہ اپنے تئیں''بیگوگ'' کہتا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ ہر نبی کے ۹ بیگوگ ہوتے ہیں اور میں دینِ محمدی کا آخری بیگوگ ہوں'' نثاراحمد فاروقی(مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی،ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۱۸۲۔۱۸۰

(ب)''کابل میں قوم کا سیّد مشہد مقدس کا رہنے والا میر محمد حسین آیا،اس نے عمدۃ الملک امیرخان صوبہ دار کابل سے یہاں رسوخ پایا...................کابل سے عالمگیر بادشاہ کے واسطے بہت تحفے تحائف اور عطیے وغیرہ لے کروہ روانہ ہوا۔لاہور میں پہنچا تھا کہ عالمگیر کے مرنے کی خبراس کے پاس آئی تو اس نے وہ سب تحفے تحائف ستر اسّی ہزار روپے کو بیچ ڈالے اور اس سرمائے کو بغل میں دبایا اور توکل اور فقر کا جامہ پہنا۔علم سے بے بہرہ نہ تھا،دوچار طالب علموں کو شاگرد بنایا ایک نئی زبان کا رنگ جمایا کہ قدیمی فارسی کے الفاظ متروک جن سے لوگوں کے کان آشنا نہ تھے ان میں امالہ واشباع وقواعدِ غریبہ خرچ کیے اوراس کو اپنے شاگردوں کو تعلیم کیا اور اسی میں بات چیت کرنی شروع کی،پھر ایک نیا مذہب اختراع کیا کہ پیغمبری اور امامت کے بیچ میں ایک درجہ بیگویت کا گھڑا اور خود بیگوگ ہونے کا دعویٰ کیا۔ایک کتاب تالیف کی اس کا نام''اجورہ مقدسہ'' رکھا۔.........................غرض کفر کی باتیں ایسی کرتا جو شخص مرید ہوتا اس کا نام وہ نہایت عجیب وغریب رکھتا اپنا نام نموداللہ نمود رکھا اور شاگرد کا نام فرالود رکھا۔غرض وہ اقوالِ کاذبہ اور افعالِ باطلہ کو شائع کرتا رہتا اور دنیا کو اپنے جال میں پھنساتا رہتا،یہاں تک اس کے اعتبار کی نوبت پہنچی کہ خود بادشاہ فرخ سیر چھپ کر اس کی ملاقات کو گیا۔......................فرخ سیر کے عہد میں اس کی یہ صورت رہی۔'' محمد ذکاء اللہ دہلوی،تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد ۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص۲۰۶۔۲۰۴[جلد۹]۔

(۱۸) (الف)نثاراحمد فاروقی(مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص۱۸۳۔۱۸۲

(ب)قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر(مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۵ء)،ص۲۔

(ج)''اگر یہ صحیح ہے کہ عزت اور میر تقی میر کے اجداد ایک ہی قبیلے کے تھے۔تو میر بھی شیخ صدیقی تھے۔وہ اپنے اوراپنے برادرِ خورد محمد رضی کے ناموں کے ساتھ التزاماً لفظ''میر'' لکھتے ہیں اپنے برادرِ علاتی حافظ محمد حسن یاان کے بیٹے محمد محسن کو میر نہیں کہتے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ محمد علی نے دوسری شادی کسی شیعہ خاتون سے کی ہوگی جو سیادت کا دعویٰ بھی رکھتی ہوں گی۔'' نثاراحمد فاروقی، مطالعۂ میر کے امکانات،مشمولہ تلاشِ میر(مجموعہ مضامین:نثاراحمد فاروقی) (نئی دہلی:انجمن ترقی اُردو،۱۹۹۴ء)،

ص ۶۵۔

(۱۹) ''خواجہ محمد عاصم کے بزرگ بدخشاں سے ہجرت کرکے اکبرآباد میں آ بسے تھے۔جن میں بعض نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کیا اور کچھ فقر و درویشی کی طرف مائل ہوئے۔خواجہ محمد عاصم کے بڑے بھائی خواجہ محمد جعفر با خدا صوفی تھے،خواجہ محمد باسط جن کا انتقال ۱۱۶۸ھ/ ۵۴-۱۷۵۴ء میں لکھنؤ میں ہوا خواجہ محمد جعفر کے فرزند اور مشائخ نقشبندیہ میں نام آور بزرگ تھے۔(سفینۂ ہندی/ ۳۷) خواجہ محمد عاصم پہلے پہل قلیل منصب پر دربارِ شاہی سے منسلک ہوئے تھے،لیکن فرخ سیر کے زمانے میں ترقی کرکے دیوانِ خاص کے داروغہ ہوئے اور'اشرف خاں' خطاب پایا، پھر میر آتش بنائے گئے تو نقارہ ونشان کے ساتھ ہفت ہزاری منصب، ہفت ہزار سوار اور''صمصام الدّولہ امیر الامراء خان دَوراں بہادر منصور جنگ'' کے خطاب سے سرفراز ہوئے،امیر الامراء حسین علی خاں دکھن چلا گیا تو یہ میر بخشی بنائے گئے، پھر بخشی دوم ہوئے اور گجرات کی صوبہ داری اُن کے سپرد کی گئی،صوبہ مذکور کا انتظام ان کی نیابت میں حیدر قلی خاں کرتے تھے،محمد شاہ کی تخت نشینی کے بعد انھیں امرالامراء کا خطاب اور میر بخشی گری کا عہدہ ملا۔خواجہ محمد عاصم علم دوست،صوفی منش،متواضع اور سنجیدہ رئیس تھے،اکثر اہلِ علم اُن کے دربار سے وابستہ تھے۔..

۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ نے چڑھائی کی تو محمد شاہ جنگ کرنے کرنال تک گیا،تعاقب میں امیر الامراء فوج لے کر بطورِ کمک گئے اور ۲۳ رفروری ۱۷۳۹ء/ ۱۵رذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کے ہنگامے میں بری طرح زخمی ہوئے ،انھیں زخموں نے ۲۷رفروری (۱۹رذی قعدہ) کو ۶۸ سال کی عمر میں اُن کی جان لی۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۲۹۔

(۲۰) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۱۸۳۔

(ب) قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی،مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۲۔

(۲۱) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۱۸۶۔۱۸۳

(ب) قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی،مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۳۔

(۲۲) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۱۹۰۔۱۸۶

(ب)''امان اللہ آگرہ پہنچے تو علی متقی نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور بجائے اس کے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیتے ان کی تربیت میں مصروف ہوگئے، یہاں تک کہ تھوڑی سی مدت میں یہ'فقیرِ کامل' ہوگئے۔..........علی متقی انھیں برادرِ عزیز کہا کرتے تھے۔ادھر یہ حضرت تو درویشی کے مراحل طے کر رہے تھے ادھر ان کی دلھن دق میں مبتلا ہو کر راہیِ عدم ہوئی۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی،مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۳۔

(۲۳) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۱۹۴۔۱۹۱

(۲۴) ''محمد تقی اس زمانے میں (۱۱۴۲ھ یا ۱۱۴۳ھ ہوگا) ہفت سالہ تھے،امان اللہ نے جو ابھی خود نوجوان تھے انھیں اپنی فرزندی میں لیا۔یہ اُن کے ساتھ رہنے لگے اور ان سے قرآن پڑھنے لگے۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی،مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۳۔

(۲۵) (الف) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۴۔ ۱۹۴

(ب) ''محمد تقی امان اللہ کے ساتھ فقیروں کی ملاقات کو جایا کرتے تھے اور ان کی باتیں سُنا کرتے۔ ان میں سے ایک احسان اللہ تھا، اس نے محمد تقی کو دیکھ کر کہا تھا: ''این بچّہ ہنوز سوزہ بال است، امّا چنیں معلوم می شود کہ اگر بخوبی پَر برآورد، بیک پرواز آن طرف آسمان خواہد بود۔'' اس نے اِنھیں سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا پانی میں تر کر کے دیا تھا جس سے لذیذ تر چیز اُنھوں نے کبھی نہ کھائی تھی اور جس کا ذائقہ انھوں نے فراموش نہیں کیا۔... دوسرا فقیر جس سے یہ لوگ ملے بایزید تھا، جو علی متقی کے مداحوں میں تھا،'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۴۔ ۳

(۲۶) ''حافظ محمد حسن کے بیٹے محمد حسن تھے، جن کا حال نکات ط ۱ / ۱۴۸ میں ہے تالیفِ تذکرہ کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ۱۱۴۵ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے۔ اس سے حافظ محمد حسن کی عمر کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محمد علی کی وفات ۱۱۴۶ھ کے وقت شادی شدہ اور صاحبِ اولاد تھے۔'' نثاراحمد فاروقی مطالعۂ میر کے امکانات، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثاراحمد فاروقی) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء)، ص ۷۲۔

(۲۷) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۲۔ ۲۱۸

(۲۸) (الف) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۱

(ب) ''علی متقی کو بہت رنج ہوا اور انھوں نے اپنا لقب ''عزیزِ مردہ'' رکھا۔ محمد تقی اس وقت دہ سالہ تھے۔ ان کا بھی امان اللہ کے غم میں برا حال ہوا۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۴۔

(۲۹) (الف) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۷۔ ۲۲۴

(ب) ''علی متقی ایک دن باہر گئے تھے۔ (جمادی الاخریٰ کا آخری عشرہ ہوگا) کہ ''حرارتِ آفتاب'' کے اثر سے بیمار ہوگئے اور تپ آنے لگی۔ ایک مہینا گزرا تھا کہ یہ مشخّص ہوا کہ ''تب مُتشبَّث بقلب'' ہے اور استخوانی ہوگئی ہے۔ انھوں نے دوا وغذا ترک کردی اور جب موت قریب نظر آئی (۲۱ر رجب تھی ۱۱۴۶ھ ہونا چاہئے)'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۲۔

(۳۰) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۶۔

(۳۱) (الف) نثاراحمد فاروقی ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۸۔ ۲۲۷

(ب) ''محمد تقی سے کہا کہ میں تین سو رُپوں کا قرضدار ہوں، ج تک یہ رقم ادا نہ ہو میرا ''مُردہ'' نہ اُٹھانا۔...................................... .... ''بذلانِ بازار'' دو سو رُپے لائے مگر محمد تقی کو علی متقی کی وصیّت کا پاس تھا، اُنھوں نے قبول نہ کیا، یہی حال تھا کہ سیّد مکمل خاں (مرید امان اللہ) کا آدمی پانچ سو کی ہنڈی لایا اور محمد تقی نے قرض ادا کر کے علی متقی کو اُن کے پیر کے پہلو میں دفن کیا۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۵۔

(۳۲) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۸۔

(ب) ''باپ کی موت کے بعد محمد تقی نے کسی کو اپنے سر پر ہاتھ رکھنے والا نہ پایا تو اپنے معاملات چھوٹے بھائی کے سپرد کر کے ''اطرافِ شہر'' میں نوکری تلاش کرنے لگے۔ اس میں کامیابی نہ ہوئی تو دہلی کی راہ لی'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۵۔

(۳۳) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۲۸۔

(۳۴) (الف) مرزا روشن اختر ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ بن خجستہ اختر بن شاہ عالم محمد معظم، لقب محمد شاہ، ولادت: ۱۵؍ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ۔ وفات: ۲۶؍ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ، ۱۸ سال کی عمر میں ۱۵؍ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ/ ۱۸؍ ستمبر ۱۷۱۹ء تخت نشین ہوا۔ محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۱۵۸۔۱۵۷ [جلد ۹]۔

(ب) ''روشن اختر بن خجستہ اختر بن شاہ عالم محمد معظم کو محمد شاہ کا لقب دے کر ۱۵؍ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ، م، ۱۸؍ ستمبر ۱۱۹ء تخت نشین کیا گیا۔'' ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میر و سودا کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۲۶ [طبع دوم]۔

(۳۵) (الف) ''آخر میر کی ملاقات خواجہ محمد باسط سے ہوگئی یہ امیرالامراء نواب صمصام الدولہ خاں دوراں خاں کے بھتیجے تھے۔ ان کی حویلی موجودہ ترکمان گیٹ اور دہلی دروازے کے درمیان تھی،............................ خواجہ محمد باسط شاعر بھی تھے، باسطی تخلص تھا، صوفی منش اور علم دوست انسان تھے انھوں نے ۱۱۶۸ھ/ ۱۷۵۴ء میں لکھنؤ میں انتقال کیا'' نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۲۹۔

(ب) اختلاف: جناب کالی داس گپتا رضا نے ''توقیت میر'' میں خواجہ باسط کی تاریخ وفات ۱۱۷۸ھ/ ۶۵۔۱۷۶۴ء درج کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

''دہلی میں خواجہ محمد باسط (متوفّٰی ۱۱۷۸ھ/ ۶۵۔۱۷۶۴ء) کے ذریعے امیرالامراء صمصام الدولہ (خواجہ محمد عاصم جو خواجہ باسط کے چچا تھے) سے ملے جو آگرے کے رہنے والے تھے۔'' کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۵۔

(ج) ''محمد علی خاں، عاصی صاحب تاریخ مظفری اپنی دوسری کتاب تالیف محمدی (نسخہ پٹنہ) میں خواجہ محمد باسط کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''مرید و جانشین پدر خود خواجہ جعفر است۔ از علم دینی و معارف یقینی بہرۂ وافی داشت، و در امر و نہی مبالغۂ تمام مے نمود، فی الحقیقت ذاتِ ایشاں مجموعۂ عنات بود و بسیارے از خواص و عوام در سلک مریداں آں بزرگوار انتظام داشتند، راقم وقتیکہ در لکھنؤ استقامت داشت، اکثر بجناب ایشاں حاضر گردیدہ و استفادہ نمودہ، در سنہ یک ہزار و ہفتاد و ہشت بہ استیلائے مرض یرقان بفردوس بریں شافت، عزیزے مادۂ تاریخ چنیں یافت: ''شیخ مومنیں باسط'' در لکھنؤ متصل سرائے معالی خاں مدفون گشت، زندگانیش ہفتاد و سال'' ص: ۷۳، ۷۴۔'' قاضی عبدالودود، کچھ میر کے بارے میں، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۳۔

(۳۶) (الف) ''بالآخر قسمت نے یاوری کی اور خواجہ محمد باسط، برادرزادہ صمصام الدولہ کو ان پر مہربان کر دیا۔ وہ انھیں لے کر اپنے چچا کے پاس گئے اور اُنھوں نے ایک روپیہ روز اُن کا مقرر کر دیا۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۵۔

(ب) ''صمصام الدولہ آگرہ کے رہنے والے تھے اور صوبۂ اکبر آباد کے ناظم بھی رہے تھے، میر جس وقت ان کے پاس گئے ہیں، وہ محمد شاہ کے میر بخشی تھے، جس پر فوقیت وکیل مطلق اور وزیر کے سوا کسی کو حاصل نہ تھی اور جس کا مرتبہ باقی اور امراء سے

بڑا تھا،......(تاریخِ محمدی)۔'' قاضی عبدالودود، کچھ میر کے بارے میں، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۳۔

(۳۷) (الف) ''قاضی عبدالودود صاحب فرماتے ہیں: میر نے وفات محمد علی کے بعد دہلی آنے اور یہاں سے روزینہ مقرر ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ دہلی سے آگرہ کب واپس گئے۔ وہاں سے دوسری بار دہلی آنے کا حال البتہ تحریر کیا ہے، میر نے حملۂ نادری اور قتل عام کی کیفیت مطلقاً نہیں بیان کی، اگر ان امور کے شاہد عینی ہوتے تو معاملہ برعکس ہوتا۔ صمصام الدولہ کا وطن آگرہ تھا اور اُن کے لیے اس میں ذرا بھی دشواری نہ تھی کہ روزینہ آگرے ہی میں ملنے کا انتظام کر دیں، میرا خیال ہے کہ روزینہ مقرر ہونے کے بعد آگرے واپس گئے اور پھر نادرگردی ختم ہوگئی تو دہلی آئے۔ (معاصر، حصّہ ۹)'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۲۔۲۳۱

(ب) ''معلوم ہوتا ہے وظیفہ پاتے ہی میر واپس آگرے لوٹ گئے تھے اور وظیفہ جو کہ پرورش کے لیے تھا نہ کہ خدمت کے صلے میں وہاں بھی جاری رہا، میر ۱۱۵۲ھ میں ۱۷ سال کے تھے، یہ پانچ سال کا وقفہ گویا میر کے عیش وآرام اور سنِ بلوغ کو پہنچنے کا زمانہ تھا۔'' کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر: میرشناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیزابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۶۔۴۵

(۳۸) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۲۵۴۔۲۵۲ [جلد ۹]۔

(۳۹) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۱۔

(۴۰) (الف) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۰۔۲۲۹

(ب) اختلاف: محترم کالی داس گپتارضا نے 'توقیتِ میر'' میں صمصام الدولہ کی تاریخ وفات یکم ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ/ ۳۰؍جنوری ۱۷۳۹ء درج کی ہے۔ (نادرشاہ سے امیرالامراء کا مقابلہ ۲۳؍فروری ۱۷۳۹ء مطابق ۱۵؍ذی قعدہ ۱۱۵۱ ھ کو ہوا تھا، مؤلف) عبارت ملاحظہ کیجیے:

''یہ وظیفہ میر کو صمصام الدولہ کی وفات (جو یکم ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ/ ۳۰؍جنوری ۱۷۳۹ء کو نادرشاہ کی فوج سے لڑتے ہوئے ہوئی تھی) تک ملتا رہا۔'' کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر: میرشناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیزابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۵۔

(۴۱) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۱۔

''۱۱۵۲ھ/ آخر ۱۷۳۹ء۔ دہلی کا دوسرا سفر۔ وظیفہ بند ہونے پر میر کے یہاں فاقے ہونے لگے۔'' کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر: میرشناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیزابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۶۔

(۴۲) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۲۵۷۔۲۵۲ [جلد ۹]۔

(۴۳) ایضاً، ص ۲۵۹۔۲۵۲

(۴۴) (الف) ''اس انقلاب (حملۂ نادری) کے بعد پھر سنگ دل زمانے نے مجھے ستایا اُن لوگوں نے جو درویش کی زندگی میں میری

خاکِ پا کو سرمہ بناتے تھے اب مجھے نظروں سے گرا دیا، ناچار دوبارہ دہلی پہنچا اور (اپنے سوتیلے) بڑے بھائی کے ماموں سراج الدین علی خاں آرزو کے احسانات کا بھاری بوجھ اٹھایا یعنی کچھ مدت اُن کے ساتھ رہا اور یارانِ شہر سے چند کتابیں پڑھیں۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۲-۲۳۱

(ب) '' آرزو کے ساتھ میر کا قیام ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۱ء تا ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء تقریباً ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر میں''
فرمان فتح پوری میر کو سمجھنے کے لیے (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۶۱۔

(ج) '' آگرہ چھوڑنے کے دو اسباب مثنوی ''خواب وخیال'' میں بیان کیے گئے ہیں، ایک رفیقوں کی کوتاہی اور دوسرے غریبی اور بے کسی، رفیقوں کی کوتاہی یقیناً کسی رومانی دل بستگی کے باعث تھی اور آگرے سے ان کی ہجرت کا فوری سبب یہی دل بستگی بنی۔'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۷۔

(د) ''اپنی ذاتی رنجشوں کی وجہ سے میر صاحب نے ذکر میر میں آرزو کو اپنا استاد نہیں بتایا ہے مگر اس کی تصنیف سے بہت پہلے وہ ان کی شاگردی کا اقرار کر چکے ہیں علاوہ اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں جو میر صاحب کے معاصرین کے ہیں اور جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا.................میر صاحب مدت تک خان آرزو کے یہاں رہ کر کسب کمال کرتے رہے..................
..................جیسے وہ بیان واظہار جذبات کے لحاظ سے اپنے رنگ کے بلاشرکت غیرے مالک ہیں اسی صورت سے ان کے یہاں الفاظ اور الفاظ میں بھی فارسی کی ترکیبیں اور فارسی کے اکثر الفاظ اس قسم کے ہیں کہ اُردو شاعری کے شروع سے اس وقت تک کسی شاعر ریختہ گو کے یہاں نہیں ہیں اور اگر کہیں ہیں تو وہ شاذ ہیں جو معدوم کا درجہ رکھتے ہیں ....میر صاحب کے یہاں ان کے پائے جانے کو سوائے اس کے کہ خان آرزو کا فیض صحبت ہو اور کیا کہا جائے۔'' عبدالباری آسی، میر تقی میر، کلیات میر (دیباچہ)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۲۶ (نومبر ۱۹۸۰ء)، ص ۲۲-۲۱

(ھ) ''تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ محمد تقی نے خان آرزو سے استفادہ کیا تھا'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالات قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۶۔

(۴۵) (الف) ''وہ عزیز (آرزو) پکے دنیا دار تھے، اپنے بھانجے کی عداوت دیکھ کر میرا بُرا چاہنے لگے'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۲۔

(ب) ''یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہمارے سامنے صرف میرؔ کا بیان ہے اور محمد حسن یا خان آرزو کا بیانِ صفائی موجود نہیں ہے یک طرف بیان پر جو فیصلہ کیا جائے گا وہ ظاہر ہے منصفانہ نہیں ہوسکتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ محمد حسن اور آرزو کے سلوک کا سبب میرؔ کا مذہب رہا ہوگا انھوں نے اپنے ابتدائی ماحول ہی میں تشیّع کے اثرات قبول کر لیے تھے اور یہ بات اُن کے باپ کی زندگی ہی میں ظاہر ہو چکی ہوگی کہ میرؔ شیعیت کی طرف میلان رکھتے ہیں۔'' نثار احمد فاروقی، مطالعۂ میر کے امکانات، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثار احمد فاروقی) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۷۔

(۴۶) (الف) ''اور میں پاگل ہو گیا، میرا اُکھڑا ہوا دل اور بھی کُڑھنے لگا۔ وحشت پیدا ہو گئی جس حجرے میں رہتا تھا اس کا دروازہ بند کر لیتا...................لیکن نہ اس حد تک کہ دیوانگی کی نوبت آجائے اور وحشت اتنی بڑھ جائے کہ (لوگ مجھ سے) ڈر کر میری کوٹھری کا دروازہ بند کر دیں اور میری صحبت سے دور بھاگنے لگیں۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۳-۲۳۲

(ب) ''یہ دونوں باتیں دراصل میر کی نفسیاتی بیماری PERSECUTION COMPLEX کا نتیجہ ہیں جس میں مریض ہر وقت اور ہر شخص کے بارے میں یہی سوچتا ہے کہ وہ اس کا بدخواہ ہے اور اس کے خلاف گہری سازش کر رہا ہے۔ اس بیماری کا سلسلہ آخر کار

جنون کی حد تک پہنچا جس کا حال میر نے اپنی مثنوی ''خواب وخیال'' میں ......لکھا ہے۔'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۷۔

(ج) ''جب ہم میرؔ کی کہانی پڑھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ Psychotic Depression کا شکار تھے۔ ....میرؔ کے Depression کی تشخیص کے حق میں دو اور باتیں بھی جاتی ہیں۔ میرؔ کی بیماری بہار کے موسم میں بدتر ہوگئی تھی اور میر چند مہینوں میں بہتر ہوگئے تھے۔ اگر میرؔ Schizophrenia کے مریض ہوتے تو علاج کے بغیر وہ مرض بڑھتا چلا جاتا اور کئی سالوں تک ان کی زندگی کو عذاب بنائے رکھتا۔'' خالد سہیل، میر تقی میرؔ: فن اور پاگل پن، مشمولہ عالمی میرؔ سیمینار، ٹورنٹو، کینیڈا۔ ۱۹۹۹ء، مجموعہ مقالات، مؤلف: اطہر رضوی (نئی دہلی: ناشر شاہد پبلی کیشنز، مارچ ۲۰۰۰ء)، ص ۴۱۔ ۴۰

(۴۷) (الف) ''چار مہینے تک وہ گلِ شب افروزنت نئے گل کھلاتا رہا اور اپنے فتنۂ خرام سے قیامت ڈھاتا رہا، ناگاہ موسمِ بہار آیا، جنون کے داغ (اور بھی) ہرے ہوگئے۔ ....یعنی زندانی وزنجیری ہوگیا۔ فخر الدین خاں کی بی بی نے جو درویش (والد) کی مرید تھیں اور قریبی رشتہ بھی رکھتی تھیں (میرے علاج میں) بہت رُپیہ خرچ کیا۔ سیانوں نے جھاڑ پھونک کی، طبیبوں نے فصد کھولی، طبیبوں کی تدبیر سے فائدہ ہوا، خریف کا موسم آیا اور بہار رخصت ہوئی تو جنون بھی گھٹ گیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۴۔ ۲۳۳

(ب) ''میر نے اپنی دیوانگی کا زمانہ بہار سے پائیز یا خزاں تک قرار دیا ہے یعنی یہ سلسلہ رجب ۱۱۵۳ھ (ستمبر ۱۷۴۱ء) تک جاری رہا اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال کے لگ بھگ ہوگی۔'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۱۱۔

(ج) اختلاف: محترم کالی داس گپتا رضا نے ''توقیتِ میر'' میں میر کے جنون کی مدّت ۹ ماہ درج کی ہے۔ عبارت ملاحظہ کیجیے۔ ''۱۱۵۳ھ/ ۴۱۔ ۱۷۴۰ء: تقریباً ۹ ماہ دیوانگی کی حالت میں رہے۔'' کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۷۔

(۴۸) (الف) ''خان آرزو متبحّر عالم تھے اور ان کے ہاں اونچے درجے کے علمی مباحث پر اظہارِ خیال ہوتا رہتا تھا، میرؔ نے یہاں اس راز کو پالیا کہ جب تک خود میں قابلیت نہ ہو، کوئی کسی کے آڑے نہیں آسکتا چنانچہ خان آرزو کی ادبی وعلمی مجالس اور شاعرانہ ماحول نے تحریک کی اور میر شب وروز اپنی اہلیت بڑھانے میں انتھک کوششیں کرنے لگے، فارسی پر عبور حاصل کیا اور زبردست قابلیت حاصل کرلی یہاں تک کہ فارسی میں شعر کہنے لگے۔ ان اشعار پر انھوں نے خان آرزو سے اصلاح بھی لی ہوگی، بقول ڈاکٹر صفدر آہ تقریباً ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۲ء کا ہوگا۔'' کسریٰ منہاس، میر کی اصلاحیں، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (لاہور: اگست ۱۹۸۳ء)، ص: ۷۰۴۔ ۷۰۳ [جلد سوم]۔

(ب) ''یہ نقل خود فرماتے تھے کہ عنفوانِ جوانی میں جوشِ وحشت اور اِسیلائے سودا طبیعت پر غالب ہوا، اور زبان وکام ہرزہ گوئی پر راغب، ترکِ ننگ ونام بلکہ رسوائی خاص وعام پسند آئی، ہر کسی کو دشنام دینا شعار اور سنگ زنی کاروبار تھا، خان آرزو نے کہا کہ اے عزیز، دشنام موزوں ہائے ناموزوں سے بہتر اور رخت کے پارہ کرنے سے تقطیع شعر خوش تر ہے۔ چونکہ موزونی طبیعت جوہر ذاتی تھی، جو دشنام زبان تک آئی مصرعہ یا بیت ہوگئی بعد اصلاح دماغ ودل کے مزہ شعر گوئی کا طبیعت پر رہا، کبھی کبھی دو چار شعر جو خان آرزو کی خدمت میں پڑھے، پسند فرمائے، اور تاکید شعر وسخن کی زیادہ سے زیادہ کی۔ ایک دن خان آرزو نے ان سے کہا کہ آج میرزا رفیع آئے اور یہ مطلع نہایت مباہات کے ساتھ پڑھ گئے۔

چمن میں صبح جو اس جنگجو کا نام لیا

صبا نے تیغ کا آبِ رواں سے کام لیا

میر صاحب نے اس کو سُن کر بدیہۃً یہ مطلع پڑھا:

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دلِ ستم زدہ کو اپنے تھام تھام لیا

قاضی عبدالودود، کچھ میر کے بارے میں، مشمولہ میر(مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص۲۹۔۲۸

قاضی عبدالودود صاحب، مذکورہ مضمون کے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ: ناصر نے میر کا زمانہ ضرور پایا ہے لیکن اصطلاحی معنوں میں وہ ان کا ہم عصر نہیں۔ اپنے تذکرے کو دلچسپ بنانے کے لیے جھوٹی سچی حکایت و واقعات درج کیے، ممکن ہے اختراعی ہوں اور جہاں تک مذکورہ واقعات کا تعلق ہے ان میں جنون ہونے کا احوال ذکرِ میر میں موجود ہے، جبکہ ریختہ گوئی کے لیے میر نے صراحۃً لکھا ہے کہ اس کا آغاز سعادت کی ترغیب سے ہوا نیز ان واقعات کی کوئی اور شہادت تذکرۂ ناصر سے قبل کی دریافت نہیں ہوئی۔
(ماخذ: حاشیہ، اختصار، مؤلف مضمون)

(۴۹) (الف)''میر کی دیوانگی اور ان کی شاعری کا آغاز کم و بیش ایک ہی معلوم ہوتا ہے اور اس کی تصدیق دوسرے شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ میر کی طرح میں شاہ حاتم نے پہلی غزل ۱۱۵۵ھ میں کہی جو دیوان زادہ کے مخطوطۂ رام پور میں موجود ہے۔ جس کا ایک مصرعہ ہے: ''آشنا چاہے تو ہو حاتم خدا کا آشنا''

محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص۱۱۔

(ب) ڈاکٹر محمد حسن کا کہنا اپنی جگہ یقیناً ''دیوان زادہ'' کا نسخۂ رامپور انھوں نے بھی دیکھا ہوگا، حیران کن بات یہ ہے کہ ''دیوان زادہ'' مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار جس میں جملہ اہم مخطوطاتِ دیوان زادہ (نسخۂ انجمن ترقی اُردو، نسخۂ رامپور، نسخۂ لاہور، نسخۂ لندن) شاہ حاتم کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن شاہ حاتم کی طرحی غزلوں میں میر تقی میر کی مذکورہ طرحی غزل نہیں ملتی جبکہ میر کی طرح میں کہی گئی غزلوں کا آغاز ۱۱۶۲ھ سے ہوتا ہے۔''دیوان زادہ'' شیخ ظہورالدین حاتم، مرتبہ ڈاکٹر ذوالفقار حسین، (اشاعت اوّل ۱۹۶۴ء مکتبہ خیابان) لاہور: مجلس ترقی ادب، اشاعت اوّل، دسمبر ۲۰۰۹ء،/ ذوالحجہ ۱۴۳۰ء، صفحات: ۳۰۸، میں صفحہ نمبر: ۱۴۰ تا ۱۴۳۔ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔(مؤلف: مضمون)

(۵۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص۲۳۴۔

(۵۱) ''اپنے دور میں سیّد سعادت علی بہت ممتاز شاعر تھے‘...........امروہہ (ضلع مرادآباد) کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ شرف الدین حسن المعروف بہ شاہ ولایت (ولادت ۶۶۳ھ) کی اولاد میں تھے‘...........میر کی ملاقات سعادت سے ۱۱۵۳ھ کے لگ بھگ ہوئی اور ۱۱۵۷ھ سے پہلے ہی کسی سال میں سعادت کا انتقال ہوا ہوگا‘ سعادت نے دہلی میں وفات پائی'' نثار احمد فاروقی، سیّد سعادت علی، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر، (۱۹۶۲ء)، ص:۷۶۔۷۴

(۵۲) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص۲۳۵۔

(۵۳) ''۱۱۶۰ھ میں انھوں نے تشیع مسلک اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے انھیں اپنے خاندان اور خان آرزو کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص۱۱۶۔

(۵۴) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص۲۳۶۔۲۳۵

(ب)''خان آرزو کی صحبت میں انہوں نے فارسی پر ایک گونہ قابو پالیا اور شعر گوئی کے بنیادی اصول ان ہی کی صحبت میں حاصل

کیے۔ یہ دور غالباً ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء تک رہا۔ اسی سال خان آرزو اور میر کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ جو مختلف تذکروں میں محفوظ ہے۔ اس مناقشے کے بعد میر خان آرزو سے علیحدہ ہوگئے اور رعایت خان کی ملازمت اختیار کرلی۔ یہ اُن کی پہلی ملازمت تھی۔'' کسریٰ منہاس، میر کی اصلاحیں، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (لاہور: اگست ۱۹۸۳ء)،ص:۶۰۵۔۶۰۴ [جلد سوم]۔

(۵۵) محمد ذکاءاللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص ۲۸۲ [جلد ۹]۔

(۵۶) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۳۷۔۲۳۶

(ب) محمد ذکاءاللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص ۲۸۳ [جلد ۹]۔

(۵۷) (الف) ''میرؔ کا عقدِ اوّل رعایت خاں کے یہاں ملازمت ملنے کے بعد تقریباً ۱۱۶۱ھ میں ہوا۔'' ماخذ: صفدر آہ میر اور میریات (بمبئ: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)،ص ۱۸۱۔

(ب) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)،ص ۴۸۔

(۵۸) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۷۔۲۳۶

(۵۹) محمد ذکاءاللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص ۲۸۳ [جلد ۹]۔

(۶۰) (الف) ''۱۱ مارچ مطابق ۲۲/ ربیع الاوّل ۱۱۶۱ھ جمعہ کے دن احمد شاہ ابدالی اور شاہی فوج میں جنگ ہوئی جس میں ابدالی کو شکست ہوئی، اس کی تاریخ ''فتح خداساز'' ۱۱۶۱ھ نکلتی ہے۔'' ماخذ: نثار احمد فاروقی ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۳۷۔۲۳۶

(ب) محمد ذکاءاللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص ۲۸۴ [جلد ۹]۔

(۶۱) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۸۔۲۳۷

(۶۲) (الف) ''محمد شاہ (روشن اختر) ۷/ اگست ۱۷۰۲ء کو پیدا ہوا، اور ستمبر ۱۷۱۹ء (مطابق ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ) میں تخت نشین ہوا، ۲۶/ اپریل ۱۷۴۸ء مطابق (۲۷/ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ) کو اس نے انتقال کیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۳۷

(ب) ''مرزا روشن اختر ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ: ولادت: ۱۵/ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ، ۱۵/ ذی قعدہ (ستمبر) ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء کو تخت نشین ہوا۔'' ......(ص: ۱۵۷ تا ۱۵۸ /) ''محمد شاہ مرض اسہال میں مبتلا ہوا، ۲۶/ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ/ اپریل ۱۷۴۸ء کو عالمِ بقا کو رخصت ہوا، تیس سال سلطنت کر کے خاندانِ تیموریہ کو تباہی کے کنارے پر پہنچا گیا۔'' (ص: ۲۸۴) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص ۲۸۴ [جلد ۹]۔

(۶۳) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۹۔۲۳۸

(۶۴) ''احمد شاہ اُس کا لڑکا (محمد شاہ) بائیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا، وہ اودھم بائی کے بطن سے تھا، جو ''مان خاں قوال'' کی بہن

تھی، احمد شاہ نے اپنی تخت نشینی کے بعد اُس کو نواب بائی خطاب دیا، پھر تھوڑے دنوں کے بعد نواب قدسیہ صاحب الزماں خطاب ہوا'' (تاریخِ اودھ/ ۱۳۶) اودھم بائی جاوید خاں پر بہت مہربان تھی، اسی لیے جاوید خاں کو عروج حاصل ہوا۔ اور وہ ہفت ہزاری منصب تک جا پہنچا۔ مغل خاندان کی تاریخ میں یہ پہلا خواجہ سرا تھا جسے اتنا بڑا اعزاز نصیب ہوا لیکن اُس کے برسرِ اقتدار آنے سے طبقۂ شرفا میں بہت سخت ہیجان اور ناراضگی پیدا ہوگئی تھی۔ قلعے کے ملازمین جاوید خاں اور نواب قدسیہ کی اہانت کرتے تھے۔ شرفا نے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۷۔

(۶۵) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۸۔

(۶۶) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۳۹-۲۳۸

(۶۷) ''سرہند میں میر کی ملاقات یقین کے دادا سے ہوئی تھی جس کا ذکر نکات الشعراء میں ہے۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۷۔

(۶۸) نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۳۹۔

(۶۹) (الف) ''کہنے لگا: تمھیں میرے سر کی قسم'' چوں کہ نوکری کا معاملہ تھا، طوعاً و کرہاً تعمیل کی اور پانچ شعر ریختہ کے اُسے یاد کرا دیئے، مگر یہ بات میری طبعِ نازک پر بہت گراں گذری۔ آخر دو تین دن بعد خانہ نشین ہوگیا۔ اُس نے ہر چند لُطف کیا، نہیں گیا اور وہ نوکری چھوڑ دی۔ مگر اُس شخص کی ذاتی مروّت نے فقیر کو ناکام دیکھنا گوارا نہ کیا، میرے بھائی محمد رضی کو، میری رفاقت کے پیشِ نظر اپنے پاس سے گھوڑا دے کر نوکر رکھ لیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۰۔

(ب) ''ایک دن رعایت خاں نے میر سے فرمائش کی کہ اپنے کچھ اشعار ایک قوّال بچے کو سکھا دیجئے کہ یہ گائے، میر اس پر راضی نہ ہوتے تھے، لیکن خان نے اپنے سر کی قسم دی، تو مجبور ہو گئے اور ۵ شعر اسے یاد کرائے۔ اس کا اثر اُن پر ایسا ہوا کہ چند دنوں کے بعد ''خانہ نشین'' ہوگئے اور نوکری چھوڑ دی، خان نے اُن کی ''رفاقت'' کا خیال کر کے اُن کے بھائی محمد رضی کو نوکر رکھ لیا۔ اور اُنھیں ایک گھوڑا عنایت کیا۔'' قاضی عبدالودود، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود) (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۸۔

(ج) ''اندازہ یہ ہے کہ رعایت خاں کی سرکار سے میرؔ کا تعلق اواخر ۱۷۴۷ء سے اواخر ۱۷۴۸ء تک تقریباً ایک سال رہا۔'' نثار احمد فاروقی، میر اور یقین، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثار احمد فاروقی) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء)، ص ۸۴۔

(۷۰) (الف) ''صفدر آہ نے فیض علی کا سن پیدائش ۱۱۶۲ھ/ ۴۹-۱۷۴۸ء متعین کیا ہے اور بتایا ہے کہ 'فیض میر' کی تصنیف کے وقت ان کی عمر بارہ چودہ سال ہونی چاہیئے'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۷۹-۷۸

(ب) ''میر کے دو بیٹے تھے۔ بڑے فیض علی تھے فیض ان کا تخلص تھا، کلام کچھ تذکروں میں دستیاب ہو جاتا ہے...... غالباً دہلی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔'' ایم حبیب خاں، میر کلّو عرش، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر (۱۹۶۲ء)، ص ۸۸۔

(ج) ''میر تقی میر کی چار اولادیں تھیں، فیض علی فیض، حسن عسکری عرف میر کلّو متخلص بہ عرش، عزیز محمد حسین کلیم اور ایک لڑکی جس کا تخلص بیگم (متوفی ۱۲۲۳ھ) تھا یہ صاحبِ دیوان شاعرہ تھیں۔'' (حاشیہ: شمیم سخن، عبدالحی ضیاء، ص: ۲۷)'' شریف حسین قاسمی (ترتیب وتدوین)، فیضِ میر، مصنف: میر تقی میرؔ، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، اپریل ۲۰۱۰ء)، ص ix۔

(د) ''مصحفی کو میر کا معاصر ہی سمجھنا چاہیے۔ یہ بھی فیض کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیض تخلص پسر میر محمد تقی میر، جوان صلاحیت شعار است، بہ مقتضائی موزونی طبع کہ موروثی است، گاہ گاہی بروضع خاندان خود لب بہ زمزمۂ ریختہ می کشاید واند کی حصہ از عجب پدرہم دار'' (حاشیہ: تذکرۂ ہندی: ص۱۶۶) ''شریف حسین قاسمی (ترتیب وتدوین)، فیضِ میر، مصنف: میر تقی میرؔ، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، اپریل ۲۰۱۰ء)، ص ix۔

(۷۱) ''۱۱۶۲ھ میں میر نے جب رعایت خان کی ملازمت چھوڑی ہے، تو محمد رضی ان کے ساتھ موجود تھے، خان نے ان کو میر کی جگہ نوکر رکھ لیا، جب میر خود ملازم ہوئے تھے تو انھوں نے اپنی شادی کی تھی، محمد رضی کے ملازم ہونے پر ان کی شادی کردی ہوگی، ۱۱۶۵ھ کی ہجو میں میر کے گھر پانچ آدمی موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۱۷۔

(۷۲) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۰۔

(ب) '' کچھ مدت جاوید خاں خواجہ سرا ملقب بہ نواب بہادر کی سرکار میں نوکر ہو گیا (۱۱۶۴ھ) '' کلب علی خاں فائق (مرتب)، مقدمہ کلیات میر، جلد اوّل، دیوان اوّل (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۶ء)، ص ۲۵ [طبع دوم]۔

(ج) ''بہ عہد احمد شاہ، خواجہ سرا نواب بہادر (خطاب) کے یہاں ۲۲ روپے مہینا پر ملازم'' ماخذ: کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۸۔

(۷۳) نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۴۱۔۴۰

(۷۴) ''۲۹ رشوال ۱۱۶۳ھ۔ ۳۰ ر ستمبر ۱۷۵۰ء'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۱۔۲۴۰

(۷۵) ایضاً، ص ۲۴۲۔۲۴۱

(۷۶) ایضاً، ص ۲۴۲۔

(۷۷) درس نظامیہ میں رائج نصاب میں علم معانی و بیان و بدیع کی کتابوں میں سے ایک 'مطوّل' بھی تھی۔ ملاحظہ ہو: مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی (مرتبہ)، مقالاتِ سرسیّد (لاہور: مجلس ترقی ادب، ستمبر ۱۹۶۲ء)، ص ۱۱۳۔۱۰۹ [حصّہ ہشتم]۔

(۷۸) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۹۔

(۷۹) (الف) ''صفدر جنگ نے دھوکا دے کر نواب بہادر (جاویدخاں) کو مروا ڈالا...... میں بھی بے روزگار ہو گیا'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۲۔

(ب) ''ایک دن جاوید نواب بہادر کو دوستانہ اپنے گھر میں ضیافت میں بلا کر مار ڈالا، اس خواجہ سرا کو بادشاہ دل وجان سے عزیز رکھتا تھا۔ صفدر جنگ کی اس حرکت سے وہ ظاہر اور باطن میں ناراض ہو گیا اور اس کے انتقام کے درپے ہو گیا۔'' محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۲۸۹ [جلد ۹]۔

(۸۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۲۔

(۸۱) ایضاً۔

(۸۲) (الف) ''نکات الشعراء ۱۱۶۵ھ میں زیرِ تسوید تھا'' محمود الٰہی (مرتّب)، مقدمہ، نکات الشعراء (لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی، ۲۰۰۳ء)، ص ۹۔

(ب) ''اس کا سن تالیف ۱۱۶۵ھ ہے'' مولوی عبدالحق (مرتّب)، مقدمہ، نکات الشعراء (کراچی: انجمن ترقیٔ اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۵۔

(ج) عبادت بریلوی (مرتّب)، پیش لفظ، نکات الشعراء (لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۰ء)، ص ۵۔

(د) قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۳۔

(ھ) جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء)، ص ۶۳۔۶۲

(۸۳) شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، فروری ۲۰۰۱ء)، ص ۵۲۸۔۵۲۵

(۸۴) ''علی متقی کے پوتے محسن نے کمالات الشعراء کے مقدمے میں (کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں صرف مقدمہ ہے) اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں شاہ ولی اللہ کے پاس جا کر کتب تفسیر و حدیث مثل کشاف و بیضاوی و جلالین و مدارک و تفسیر کبیر و صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح ترمذی، مسند امام حنبل و امام مالک وغیرہ سے متعلق تحقیق کرتا تھا۔'' نثار احمد فاروقی، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۱۷۷

(۸۵) ''میر کا دیوان اوّل اپنی ابتدائی صورت میں ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء تک مرتب ہو چکا تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ نکات الشعرا ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء میں میر نے اپنے ۲۸۴ اشعار کا جو انتخاب دیا ہے، اس میں ترتیب کے ساتھ ردیف الف تا یے کے اشعار شامل ہیں'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء)، ص ۹۳۔

(۸۶) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۳

(۸۷) ''میر نے ذی قعدہ کے آخر یا ذی الحجہ کے شروع میں دیوان مہانرائن کی نوکری کی ہوگی۔ جس کی مدّت اندازے کے مطابق چھ ماہ یعنی جمادی الثانی ۱۱۶۶ھ تک رہی۔ اس ملازمت کے ختم ہونے پر وہ بقول خود خان آرزو کے پڑوس کے مکان سے امیر خان کی حویلی میں منتقل ہوئے، یہ زمانہ شعبان ۱۱۶۶ھ کا ہوتا ہے۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۱۹۔

(۸۸) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۳

(۸۹) ''نسنگ کا سفر ۱۱۶۶ھ میں مہانرائن کی ملازمت چھوٹنے کے بعد ہوا۔ امیر خان کی حویلی میں میر کو ان ہی رئیس کی وجہ سے جگہ مل گئی جنھیں نسنگ نامے میں وہ صاحب کہتے ہیں۔ مہانرائن کی ملازمت کے بعد میر بے کار بھی تھے اور وہ آسانی سے نسنگ کے سفر پر جا سکتے تھے۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۲۰۔

(۹۰) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۰۔

(۹۱) (الف) ''مصحفی کے بیان کے مطابق میر اپنے فارسی شعروں کی تعداد دو ہزار کے قریب بتاتے ہیں لیکن ان کے فارسی دیوان میں شعروں کی تعداد پونے تین ہزار سے متجاوز ہے۔..................دیوانِ میر کے مخطوطۂ ادیب میں جا بجا حاشیوں پر غزلیں بڑھائی گئی ہیں ممکن ہے یہ غزلیں فارسی گوئی کے اس دو سالہ دور کے بعد ہی کہی گئی ہوں اور دیوان کی ترتیبِ اوّل میں شامل نہ ہوں۔'' سیّد نیّر مسعود رضوی (مرتب) دیوانِ میر (فارسی) مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (لاہور: اگست ۱۹۸۳ء)، ص ۳۸۔

(ب) عبدالباری آسی، میر تقی میر، کلیات میر (دیباچہ)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۲۶ (نومبر ۱۹۸۰ء) ص ۴۷۔۴۶

(ج) ''نکات الشعرا...... سے پہلے میر نے فارسی میں شاعری کی اور وہ دو سال ۱۱۶۵ھ۔۱۱۷۸ھ/ ۱۷۵۲ء۔۱۷۶۵ء کے درمیان آئے ہوں گے................دو سال بعد فارسی گوئی ترک کردی'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۹۳۔۹۱

(۹۲) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۲۴۵۔۲۴۳

(۹۳) ایضاً ص ۲۴۵۔۲۴۴

(۹۴) ایضاً ص ۲۴۵۔

(۹۵) (الف) ''۲۳؍ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۱۷۵۶ء'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۲۴۵۔

(ب) ''سالار جنگ نے خان آرزو کے لیے تین سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کرا دیا تھا۔ اس زمانے میں لکھنؤ اہل علم وفن کا مرجع بنا ہوا تھا............اس کی کشش سے آرزو بھی نہ بچ سکے اور وہ لکھنؤ چلے گئے۔ پنشن کے اجراء کو ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ آرزو سخت بیمار ہوئے۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی تو انھوں نے یہ وصیت کی کہ موت کے بعد میرا جسم سپردِ خاک کرنے کے لیے دہلی بھیج دیا جائے۔ بالآخر ۲۶؍جنوری ۱۷۵۶ء کو پیامِ اجل آپہنچا اور ستر سال کی عمر پاکر واصل بحق ہو گئے۔.....دہلی میں جمنا کے نزدیک وکیل پورہ میں ان کا رہائشی مکاں تھا اسی مکان میں ان کو دفن کر دیا گیا۔''

منوہر سہائے انور، سراج الدین علی خان آرزو، مشمولہ دلّی کالج میگزین اُردو (میر نمبر) (دہلی، ۱۹۶۲ء) ص ۶۹۔

(۹۶) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴۶۔۲۴۵۔

(۹۷) (الف) ''بیگم میر کی زوجۂ اوّل کے بطن سے دلّی میں پیدا ہوئیں اور فیض علی کی حقیقی بہن تھیں۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء) ص ۱۸۳۔

(ب) ''میر کی ایک صاحبزادی کا ذکر بعض تذکروں میں ملتا ہے کہ وہ بھی شاعرہ تھیں اور بیگم تخلص تھا'' ایم حبیب خاں میر کلّو عرش، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر (۱۹۶۲ء) ص ۸۸۔

(ج) ''بیگم۔ دختر میر محمد تقی ساکنہ لکھنؤ شاگرد میر تقی میر'' سیّد مسعود حسن رضوی ادیب تذکرۂ نادر، مرتب (لکھنؤ: کتاب نگر، دین دیال روڈ، ۱۹۵۷ء) ص ۴۴۔

(۹۸) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۲۴۶۔

(ب) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء) ص ۵۱۔

(۹۹) (الف) ''تذکرے کی کتابت سن ۱۱۷۲ھ کی ہے یعنی تصنیف کے سات سال بعد لکھا گیا۔'' مولوی عبدالحق (مقدمہ) نکات الشعراء، مرتّب (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء) ص ۸۔

(ب) محمود الٰہی (مرتّب)، مقدمہ، نکات الشعراء (لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی، ۲۰۰۳ء) ص ۱۸۔

(ج) عبادت بریلوی (مرتّب)، پیش لفظ، نکات الشعراء (لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۸۰ء) ص ۵۔

(۱۰۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۲۴۹۔۲۴۶

(۱۰۱) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵۲۔۲۵۰

(۱۰۲) ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سوداؔ کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۶۔۲۸ [طبع دوم]۔

(۱۰۳) (الف) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۲۹۹۔۲۹۸ [جلد ۹]۔

(ب) ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سوداؔ کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۶ [طبع دوم]۔

(۱۰۴) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵۴۔۲۵۳

(ب) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۰۲ [جلد ۹]۔

(۱۰۵) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵۵۔۲۵۴

(ب) ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سوداؔ کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۷ [طبع دوم]۔

(۱۰۶) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۱۱۔۳۱۰ [جلد ۹]۔

(۱۰۷) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵۹۔۲۵۵

(ب) ''میر نے حملہ درانی سے جو دہلی کی تباہی کا حال لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مکان بھی لٹا تھا۔'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۱۔۱۰

(۱۰۸) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۶۳۔۲۶۲

(۱۰۹) ایضاً، ص ۲۶۳۔

(۱۱۰) (الف) ''میر کے ایک بیٹے میر فیض علی تھے جو فیضؔ تخلص کرتے تھے، شیخ مصحفی فیض سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے...... میر فیض علی فیضؔ وزیر الممالک کی سرکار میں اپنے باپ کے ساتھ بسر کرتے تھے۔'' سیّد مسعود حسن رضوی ادیب حضرت میر کی اولاد، مشمولہ ماہنامہ ادب (لکھنؤ: دسمبر ۱۹۳۰ء)، ص ۱۳۔

(ب) 'فیضِ میر: یہ ایک چھوٹا رسالہ ہے جس میں میر نے چند صوفی درویشوں کے چشم دید حالات نہایت دلکش فارسی عبارت میں لکھے ہیں، اس دلچسپ رسالے کو راقم نے پہلے پہل ۱۹۲۹ء میں ایک مقدمے اور اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا' سیّد مسعود حسن رضوی ادیب خدائے سخن حضرت میر، مشمولہ ماہنامہ زمانہ، جلد ۵۹، شمارہ ۶ (کانپور: دسمبر ۱۹۳۲ء)، ص ۳۱۰۔

(ج) ''فیضِ میر خدائے سخن میر تقی میر کا رسالہ ہے جسے مسعود حسن رضوی نے مرتب کر کے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ پہلی بار ۱۹۲۹ء میں...... دوسرا ایڈیشن متن اور فرہنگ کے ساتھ منظرِ عام پر آیا'' طاہر تونسوی، مسعود حسن رضوی ادیب :

حیات اور کارنامے (لاہور:مجلس ترقی ادب،اپریل ۱۹۸۹ء)،ص۲۹۶۔
(د)ولی کمال خاں،فیض میر اور صوفیانہ افکار،مشمولہ تماہی رسالہ ہندستانی،جولائی۔اکتوبر،جلد ۴،حصّہ ۳۔۴ (الٰہ آباد:۷ ۱۹۴ء)،ص:۱۰۳تا۱۲۳

(۱۱۱) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)،حاشیہ،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۶۱۔۲۵۹

(۱۱۲) ایضاً،۲۶۱۔

(۱۱۳) (الف)نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِمیر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۶۵۔۲۶۳
(ب)''کمہیر پہنچے جوراجا سورج مل کے قلعوں میں سے ایک تھا اس عہد میں راجا ناگرمل نے اسے اپنا مستقر بنالیا تھا،اور میر بھی وہاں اس کے زیرِ سایہ رہے۔..........میر کا بیٹا فیض علی بھی ان کے ہمراہ تھا مگر یہ پتا نہیں چلتا کہ اس وقت اس کی عمر کیا تھی۔ظاہر ہے کہ میر کی شادی اس سے قبل ہوچکی تھی۔میر نے اس کا مطلقاً ذکر نہیں کیا اور بالکل خبر نہیں کہ ان کی بی بی کون تھیں؟'' قاضی عبدالودود،میر (پٹنہ:خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۵ء)،ص ۱۰
(ج)''میر نے ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ میں دہلی پر حملوں سے تنگ آ کر مہاجرت اختیار کر کے ۱۱۷۴ھ میں حدود ریاست بھرت پور میں پناہ لی،کمہیر (علاقۂ بھرت پور) میں دہلی کے اور بھی پریشان حال لوگ تھے۔راجا ناگرمل نائب وزیراعظم مغلیہ کی امداد سے مہاجرت کے ایّام گزرتے رہے۔''میر نے ۱۱۷۴ھ تا ۱۱۸۴ھ کے درمیان ''قصیدہ درمدح حضرت امام حسین علیہ السلام کہا'' کلب علی خاں فائق (مرتب)،کلیات میر،جلد پنجم (لاہور:مجلس ترقی ادب،جون ۱۹۸۲ء)،ص ۲۲۱۔

(۱۱۴) ''اسی زمانہ میں راجا (ناگرمل) کُمھیر میں جوسورج مل کا قلعہ ہے،دوبارہ تشریف لائے قسمت کی بات کہ میں اُن دنوں وہیں تھا،(ان کی خدمت میں) گیا،.......................اُسی دن خرچ کے واسطے کچھ بھیجا اور میرا وظیفہ بدستورِ سابق دستخط کر کے عنایت کیا'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِمیر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۶۷۔

(۱۱۵) نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِمیر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۶۷۔۲۶۵

(۱۱۶) ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ وسوداؔ کا دور (کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس،۱۹۹۳ء)،ص ۳۸ [طبع دوم]۔

(۱۱۷) (الف)''وہ (ناگرمل) یہ سوچ کر کہ شاہ (ابدالی) ہندوستان کا بادشاہ ہوگیا ہے اور اب اس زرخیز ملک سے واپس نہ جائے گا اور ہمیں بہرحال نوکری کرنی ہی ہے۔چلا گیا۔نجیب الدولہ پیشوائی کے لیے آ کر لے گیا۔شاہ کی ملازمت اس کے وزیر شاہ ولی خاں کے ذریعے حاصل کی۔''ماخذ:نثاراحمد فاروقی ذکرِمیر (متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون ۱۹۹۶ء)،ص ۲۶۹۔
(ب)دوسرے رؤسا کی طرح راجہ ناگرمل نے بھی دہلی آ کر ''ملازمت'' حاصل کی' تو میر بھی راجہ کے ساتھ تھے۔''،ماخذ:ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ وسوداؔ کا دور (کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)،ص ۳۹ [طبع دوم]۔

(۱۱۸) بشن سنگھ راجا ناگرمل نائب وزیر عالم گیر ثانی کا چھوٹا بیٹا تھا،میر نے کمہیر میں سکونت کے دوران اس کی شادی کے موقعہ پر مثنوی کدخدائی بشن سنگھ لکھی۔ماخذ:کلب علی خاں فائق (مرتب) کلیات میر،جلد ششم (لاہور:مجلس ترقی ادب،جون ۱۹۸۴ء)،

ص ۳۹۴۔
(۱۱۹) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۷۴۔
(۱۲۰) ایضاً، ص ۲۷۵۔۲۷۴
(۱۲۱) عماد الملک سورج مل جاٹ کی ریاست بھرت پور میں مقیم تھے، میر نے ۱۱۷۴ھ اور ۱۱۷۶ھ کے مابین قصیدہ عماد الملک کی تعریف میں کہا تھا۔ کلب علی خاں فائق (مرتب)، کلیاتِ میر، جلد پنجم (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء)، ص ۲۳۹۔
(۱۲۲) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۲۔۲۷۸
(۱۲۳) ''بابر اور اکبر کے اس جانشین نے بکسر کی لڑائی میں شکست کھا کر بنگالے کی دیوانی انگریزوں کے نام لکھ دی، جس کا معاوضہ ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا، الہ آباد اور کوڑہ، جہاں آباد کے اضلاع بادشاہ کی جاگیر خالصہ تسلیم کر لیے گئے، بادشاہ نے الہ آباد میں قیام کیا اور کوشش وخواہش کے باوجود ۱۷۷۱ء/۱۱۸۵ھ تک دہلی واپس نہ آسکا۔'' ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سودا کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۸ [طبع دوم]۔
(۱۲۴) ''بادشاہ کا دو لاکھ روپیہ ماہانہ مقرر کر کے اسے الہ آباد کو رخصت کر دیا کہ حضرت بطور خود رہیں، اب ہم جانیں اور ملک۔''، نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۳۔۲۸۲
(۱۲۵) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۵۔۲۸۴
(۱۲۶) ایضاً، ص ۲۸۴۔۲۸۳
(۱۲۷) ایضاً، ص ۲۸۶۔۲۸۵
(۱۲۸) ایضاً، ص ۲۸۴
(۱۲۹) ''تقریباً پندرہ روز وہاں رہ کر اس طرف کو واپسی ہوئی'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۶۔
(۱۳۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۷۔۲۸۶
(۱۳۱) (الف) ''اس عرصے میں جواہر سنگھ اکبر آباد چلا گیا اور کسی بدبخت کے ہاتھوں تلوار کے ایک ہی وار میں دنیا سے رخصت ہو گیا، اب ریاست اس کے بھائی راؤ رتن سنگھ کو ملی۔.................. (حاشیہ: ماہ صفر ۱۱۸۲ھ مطابق جون ۱۷۶۸ء سے ماہ ذی الحجہ ۱۱۸۲ھ مطابق اپریل ۱۷۶۹ء تک) دس مہینے کی مدت میں اس نے ہر کس وناکس سے بدسلوکیاں کیں، انجام کار کسی مُوس نے اُسے بھی چاقو سے ہلاک کر ڈالا۔ اب سرداراس کا (نابالغ) بیٹا کیسری سنگھ مقرر ہوا۔ اختیارات نوکروں کے ہاتھ میں چلے گئے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۸۹۔۲۸۸

(ب) نثار احمد فاروقی، میر تقی میر (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۵۶۔
(۱۳۲) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۲۔۲۸۹

(ب) ''کاما'' ۱۱۸۴ھ میں ریاست جے پور (بھارت) کا سرحدی قصبہ تھا، میر نے ریاست بھرت پور کو ۱۱۸۴ھ میں چھوڑ کر

راجا ناگر مل کی ہمراہی میں یہیں عارضی قیام کیا تھا۔'' ماخذ: کلب علی خاں فائق (مرتب) کلیاتِ میر، جلد پنجم (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء)، ص ۱۲۰۔

(۱۳۳) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۲۔

(ب) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۲۰ [جلد ۹]۔

(۱۳۴) نثار احمد فاروقی، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۳۔۲۹۲

(۱۳۵) ''میر نے راجا ناگر مل کے سفیر کی حیثیت سے شاہ عالم ثانی سے جو ۱۱۸۵ھ میں الہ آباد سے فرخ آباد پہنچے تھے ملاقات کی اور سفر فرخ آباد کے دوران قصیدہ بعنوان ''قصیدہ مدحیہ شاہِ وقت'' کہا تھا، ان کی سفارت ناکام رہی تھی'' کلب علی خاں فائق (مرتب)، کلیاتِ میر، جلد پنجم (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء)، ص ۲۲۷۔۲۲۶

(۱۳۶) ''جب شہر (دلّی) پہنچا تو بیوی بچوں کو عرب سرائے میں چھوڑ کر (ان کے قافلے سے) علیحدہ ہو گیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۳۔۲۹۲

(۱۳۷) ''(دو تین دن کے بعد رائے بہادر سنگھ سے ملا اور اُسے اپنے احوال سے مطلع کیا، اُس بھلے مانس نے اپنے مقدور بھر میرے حالات کو سُدھارنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا)'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۳۔

(۱۳۸) (الف) ''دلّی میں فیض علی کی والدہ کا انتقال ہوا، یہ میر کی شدید پریشانی اور خانہ نشینی کا زمانہ تھا۔'' صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۸۱۔

(ب) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۳۔

(۱۳۹) (الف) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۲۲۔۳۲۱ [جلد ۹]۔

(ب) ''۲۷ ردسمبر ۱۷۷۱ء/ ۱۱۸۵ء کو بادشاہ پہلی مرتبہ دارالسلطنت میں داخل ہوا۔ ۶ رجنوری ۱۷۷۲ء/ ۱۱۸۵ھ کو باقاعدہ رسم تاج پوشی ادا ہوئی۔'' ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سوداؔ کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۴۱ [طبع دوم]۔

(۱۴۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۴۔

(۱۴۱) ضابطہ خاں کے خلاف مرہٹوں کے اصرار پر شاہ عالم ثانی نے ذی قعدہ ۱۱۸۵ھ میں فوج کشی کی، میر بھی اس شاہی لشکر میں شامل تھے، اس صورتحال کا مرقع میر نے اپنے مخمس میں کھینچا ہے۔ ماخذ: کلب علی خاں فائق (مرتب) کلیاتِ میر، جلد پنجم (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء)، ص ۱۰۵۔

(۱۴۲) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۴۔

(۱۴۳) ایضاً، ص ۲۹۵۔

(۱۴۴) ایضاً، ص ۲۹۸۔۲۹۵

(۱۴۵) ایضاً،ص۲۹۹۔۲۹۸

(۱۴۶) ایضاً،ص۳۰۰۔۲۹۹

(۱۴۷) ایضاً،ص۳۰۰۔

(۱۴۸) ایضاً،ص۳۰۱۔

(۱۴۹) (الف)''مگر بایں ہمہ مصائب دلّی میں ان کا دل زندہ تھا۔وہ اپنے یہاں مشاعرے بھی کرتے تھے اوراس پابندی کے ساتھ کہ ہر مہینے کی پندرہ تاریخ اس شغل کے لیے مخصوص تھی۔اپنے خاص دوستوں سے ان کی ہم جلیسی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔......شہر میں جابجا جو مطارحے اور مشاعرے کی محفلیں ہوتی تھیں وہ ان میں شریک ہوتے تھے۔خواجہ میر دردؔ، میر سجادؔ، میر علی نقی کافر کے یہاں کی صحبت شعر خوانی کا انہوں نے خود پتہ دیا ہے اور عجب نہیں کہ میاں مصحفی کے یہاں بھی کبھی تشریف لے جاتے ہوں'' عبدالباری آسی، میر تقی میر، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، (نومبر ۱۹۸۰ء)ص ۲۵۔

(ب)''میر چونکہ سراج الدین خان آرزو کے قریبی رشتہ دار تھے۔انہوں نے خان آرزو کے حلقے سے اپنے مراسم استوار کیے، خواجہ محمد ناصر عندلیب والد خواجہ میر دردؔ کے یہاں بھی آمدورفت کا سلسلہ تھا، ان کے یہاں پندرھویں کو جو مشاعرہ ہوا کرتا تھا، اس میں شرکت کرتے اور دادِ سخن دیتے، ناصر عندلیب کے بعد یہی مشاعرے خواجہ میر دردؔ کی سرپرستی میں منعقد ہونے لگے لیکن ان مشاعروں کا سلسلہ کسی وجہ سے درہم برہم ہو گیا تو میر درد نے میر کو کہا کہ تم اپنے ہاں یہی مشاعرہ کیا کرو، اس ارشاد کی تعمیل میں ہر مہینہ کی پندرہویں تاریخ کو میر کے یہاں مشاعرے ہونے لگے، جن میں خواجہ میر درد خود بھی شریک ہوتے تھے۔'' کسریٰ منہاس، میر کی اصلاحیں، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (لاہور: اگست ۱۹۸۳ء)، ص: ۵۸۵ [جلد سوم]۔

(ج)''ان کا اگر کوئی ماویٰ وملجا تھا تو حضرت دردؔ کے والد خواجہ عندلیب کی مرنجان مرنج بزم صوفی۔وہ انھیں کے ہاں اکثر رہا کرتے تھے، ان کے ہاں جو مشاعرہ ہوتا تھا اس میں شرکت فرماتے اور پھر دردہی کی فرمائش سے میر صاحب نے اپنے ہاں بزمِ مشاعرہ قائم کی اور خود اس کی صدارت کرنے لگے۔'' نجیب اشرف ندوی، سوانح میر: خود اُن کی تصانیف کی روشنی میں، مشمولہ العلم (کراچی: اکتوبر۔دسمبر ۱۹۵۷ء)، ص ۸۷۔۷۷

(۱۵۰) (الف)''اس بار جو میر دہلی آئے تو سودا، قائم وسوز وہاں نہ تھے، درد اور مظہر وحاتم تھے۔مگر ان میں سے درد ومظہر پیشہ ور شاعر نہ تھے، میر کا اگر کوئی حریف تھا تو حاتم۔ان کے ایک شاگرد بقا سے جھگڑا ہوا اور طرفین نے ہجویں کہیں، میر نے جو ہجو کہی تھی وہ ان کی کلیات میں موجود ہے، اس میں بقا کا نام یا تخلص نہیں آیا لیکن اس کے باوجود یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کی ہجو ہے۔'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۲

(ب)''دہلی کی ادبی فضا سنسان ہو چکی تھی، مظہرؔ، دردؔ اور حاتمؔ کے سوا بڑے شاعروں میں سے اب کوئی دہلی میں نہ تھا، سوداؔ، قائمؔ، سوزؔ جا چکے تھے۔اس ادبی فضا کو بھی میرؔ نے اپنے لیے ناسازگار بنالیا تھا۔حاتمؔ کے شاگرد بقاؔ سے جھگڑا ہوا، مثنوی ''اژدر نامہ'' لکھی جس میں اپنے تمام معاصرین کو کیڑے مکوڑوں سے تشبیہ دی اور خود کو اژدر قرار دیا، عنایت اللہ حجامؔ شاگرد سوداؔ کی ہجو لکھی اور خود سوداؔ کو بھی نہیں بخشا۔'' محمد حسن، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۱۴۔

(۱۵۱) (الف)''میر نے اس زمانے میں ایک مثنوی ''اژدر نامہ'' لکھی جس میں معاصرین کی خبر لی تھی'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۲

(ب) میر کی مثنوی 'اژدر نامہ' کو گارساں دتاسی نے فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔خطبات گارساں دتاسی، حصہ اوّل، ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۹ء، مع مقدمہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق، بعد نظر ثانی ڈاکٹر محمد حمید اللہ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۲۳ [طبع دوم]۔

(۱۵۲) ''معرکہ سکرتال ۱۹؍ ذی قعد ۱۱۸۵ھ/ ۲۳؍ فروری ۱۷۷۲ء کو ہوا......اس کے بعد میر دلّی آ کر خانہ نشین ہو گئے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب انہوں نے ''ذکرِ میر'' لکھنی شروع کی۔'' جمیل جالبی محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۸۳

(۱۵۳) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۳۰۱۔

(۱۵۴) ایضاً۔

(۱۵۵) (الف) ''والٹر رینہارڈ سومبرے (WALTER REINHARD SOMBRE) جسے عام طور پر سَمرو کہا جاتا ہے۔ اُس کی بیگم بھی تاریخی شخصیت ہے جس کی کوٹھی دہلی میں آج بھی ''پتھّر والی'' مشہور ہے۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء) ص ۳۰۴۔

(ب) ''راین ہارڈٹ جو ۱۷۲۰ء میں زالس برگ (جرمنی) میں پیدا ہوا تھا اور نوجوانی کے زمانے ہی میں مہم جوئی کے شوق میں ایک فرانسیسی جہاز میں سوار ہو کر پانڈیچری چلا آیا تھا۔ جو اس وقت فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھا لیکن طبیعت میں جو بے کلی تھی اس نے اسے وہاں زیادہ نہیں ٹھہرنے دیا اور وہ وہاں سے فرار ہو کر جنوبی ہندوستان میں آ گیا اور اپنا نام سومرس رکھ کر فرانسیسی فوج میں شامل ہو گیا۔ اس کا نام بعد میں کثرت استعمال سے شمرو ہو گیا۔ یہ کچھ عرصہ کرناٹک میں رہا اور پھر بنگال چلا آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی لیکن یہاں بھی اس کا دل نہیں لگا اور یہ چندریگر چلا گیا بعد میں سراج الدولہ کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس دوران بنگال میں تبدیلیاں آئیں۔ جنگِ پلاسی میں انگریزوں کو فتح ہوئی اور ہندوستان کے حالات بدلتے رہے۔ شمرو اس دوران ملازمتیں تبدیل کرتا رہا یہاں تک کہ یہ میر قاسم کی فوج میں شامل ہو گیا اور ۱۷۶۳ء میں جو انگریزوں کا قتل ہوا تو اس میں اس کا بھی ہاتھ تھا جس کی وجہ سے انگریز اس کے جانی دشمن ہو گئے، اس لیے جب انگریزوں نے میر قاسم پر حملہ کیا تو اس نے بھاگ کر اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے ہاں پناہ لی، بکسر کی جنگ ۱۷۶۳ء میں جب شجاع الدولہ اور میر قاسم کو شکست ہوئی تو صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ شمرو کو انگریزوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ شمرو کو جب یہ خبر ملی تو وہ میر قاسم کے کیمپ کو لوٹتا ہوا روہیل کھنڈ چلا گیا اور حافظ رحمت خاں کی ملازمت اختیار کر لی، اس کے بعد اس نے ۱۳ سے ۱۴ ملازمتیں مختلف جگہوں پر کیں۔ آخر میں مغل منصب دار نجف خان کی ملازمت میں آ گیا جہاں یہ مرتے دم تک رہا۔ اس ملازمت کے دوران اسے سردھنہ کی جاگیر ملی۔ جہاں اس نے مستقل رہائش اختیار کر لی۔ شمرو نے ہندوستان میں رہتے ہوئے یہاں کے طور طریقے اور عادات کو اختیار کر لیا تھا۔ ہندوستانی امراء کی طرح وہ بھی حرم رکھتا تھا اور اس کی کئی بیگمات تھیں۔ ان میں سے اس کی ایک بیگم جو مشہور ہوئی اور اس نے اس کی وفات کے بعد خاص شہرت حاصل کی وہ بیگم شمرو تھی۔'' ذوالقرنین احمد، کوئن فراسو: حیات وخدمات (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۱۰ء) ص ۳۲۔۳۱

(ج) ''۴؍ مئی ۱۷۷۸ء کو آگرہ میں شمرو مر گیا، اس کی قبر پر پرتگیزی میں یہی تاریخ لکھی ہے۔'' محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء) ص ۳۲۸ [جلد ۹]۔

(۱۵۶) ''قُل ـ لُق ـ چی: نجی خدمت گار، پرائیویٹ ملازم'' محمد عبداللہ خویشگی (مؤلف)، فرہنگِ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء) ص ۴۷۷۔

(۱۵۷) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرِ میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۰۵۔۳۰۴

(۱۵۸) ایضاً ص ۳۰۵۔

(۱۵۹) ایضاً۔

(۱۶۰) ایضاً ص ۳۰۶۔۳۰۵

(۱۶۱) ایضاً ص ۳۰۷۔

(۱۶۲) ’’حافظ رحمت خاں روہیلہ ۱۳/اپریل ۱۷۷۴ءکوکڑا میران پور کے میدان میں شہید ہوئے۔ وہ مغلوں کے دَورِ زوال میں ایک جَری، باہمّت، دیانت داراور پاک باطن سردار تھے۔ اگر شجاع الدولہ نے انگریزوں کے ساتھ سازش کر کے اُن کے ساتھ غدّاری نہ کی ہوتی تو اُنھوں نے ہندوستان کی تاریخ کو شاید دوسری طرح ہی لکھوایا ہوتا۔ مگر نوابانِ اودھ کا دامن محسن کُشی، طمع و آز اور بداعمالیوں کی سیاہیوں سے ہمیشہ داغ دار رہا ہے چنانچہ شجاع الدولہ کی بد باطنی نے اپنے ہی نہیں اپنے باپ کے بھی اس محسن کو پوری طاقت سے کچل کر روہیل کھنڈ پر قبضہ کرلیا اور روہیلوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے شمالی ہند میں انگریزوں کو اپنے قدم مضبوطی سے جما لینے کا موقع فراہم کر دیا۔‘‘ نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۰۸۔

(۱۶۳) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۰۹۔

(ب) ’’سکھر تال کی لڑائی کا وقتی طور پر تو یہ اثر ہوا کہ مرہٹوں نے شاہ عالم کو شاہ شطرنج بنا کر ضابطہ خاں کے بہت سے علاقہ کو تباہ و تاراج کیا، لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ضابطہ خاں کو مرہٹوں کی ترکتازیوں سے بچانے کے لیے حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ کے مابین ۴۰ لاکھ روپے کا ایک تحریری معاہدہ ہوا جو چالیس لاکھ کے تمسک کے نام سے مشہور ہے، اس تمسک کی آڑ لے کر ۱۷۷۴ء/ ۱۱۸۸ھ میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے حافظ رحمت خاں پر چڑھائی کی اور حافظ صاحب کو کڑہ میراں پور کی جنگ میں شکست دے کر اس ترقی پذیر حکومت کو صفحۂ روزگار سے مٹا دیا۔‘‘ ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔ و سودا کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۴۵ [طبع دوم]۔

(۱۶۴) (الف) ’’تجلّی، اکثر و بیشتر تذکرہ نگاروں نے ان کا نام غلط لکھا ہے۔ صحیح نام میر حسن علی تجلّی ہی ہے۔ یہی نام یکتاؔ لکھنوی نے بھی لکھا ہے۔ میاں حاجی ان کی عرفیت تھی۔ ان کے والد میر محمد حسین تخلص کلیمؔ، اُردو کے بڑے شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ انھوں نے فصوص الحکم کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا، صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ سوداؔ کے ہمعصر اور میرؔ کے قرابت دار تھے۔ تجلّی فنِ ریختہ گوئی میں بے نظیر تھے۔ انھوں نے اُردو میں ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اسے ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے شائع کیا ہے۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں بھی انھوں نے تصنیف کی تھی۔ مولوی کریم الدین کے اہتمام سے ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھی اب یہ نسخہ نایاب ہے۔ تجلّی اور شاہ کمال کے درمیان بڑے اچھے مراسم تھے۔ کمال نے انھیں میرؔ کا خویش لکھا ہے۔‘‘ اکبر حیدری کشمیری، میر کا دیوان چہارم (نسخۂ محمود آباد)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (لاہور: اگست ۱۹۸۳ء)، ص ۴۹۵۔

(ب) ’’تجلی میر محمد حسین کلیم کے بیٹے اور میر تقی میر کے ہمشیرزادے تھے...... مصحفی اور خوب چند ذکاء عرب سرائے ان کا مسکن بتلاتے ہیں، میر کے شاگرد تھے اور مصحفی سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔‘‘ مختار الدین احمد، تجلّی دہلوی مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر (۱۹۶۲ء)، ص ۷۹۔

(۱۶۵) (الف) ’’میر مکرر دلّی آ کر عرب سرائے میں مقیم ہوئے، مصحفی کے بیان کے بموجب اس وقت تجلّی بھی عرب سرائے میں رہتے تھے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ تجلّی اور بیگم کا عقد میرؔ کے دلّی واپس آنے کے چار پانچ سال بعد ہو گیا۔‘‘ صفدر آہ، میر اور میریات (بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۸۴۔ ۱۸۳

(ب) ’’بیگم دخترِ میر و ہمشیرہ فیض علی ......(شادی) دہلی ہی میں میر کے بھانجے (بڑی بہن کے بیٹے) حسن علی عرف حاجی تجلی پسر محمد حسین کلیم تقریباً ۱۱۸۸ھ میں ہوئی۔ شاعرہ تھیں۔ بیگم تخلص تھا۔‘‘ کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۱۔

(۱۶۶) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب،

جون۱۹۹۶ء)،ص۳۰۹۔
(ب) آصف الدولہ ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۵ء سے ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء مسند نشین رہے ۔ابواللیث صدیقی، لکھنؤ کادبستان شاعری (کراچی:غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۲ء)،ص۱۷۹[جلداوّل]۔
(ج)''۱۷۷۵ء نواب آصف الدولہ کوشجاع الدولہ کی جانشینی کاافتخار حاصل ہوا'' نادم سیتاپوری، میر کے عہد کا لکھنؤ، مشمولہ حدیثِ میر(مضامین)،مرتّب:مقبول احمد لاری(لکھنؤ: آل انڈیا میرا کادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)،ص۴۲۔
(۱۶۷) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)، ص۳۱۰۔۳۰۹
(۱۶۸) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص۳۰۹۔
(۱۶۹) ''فقیر(میر) ان دنوں خانہ نشین تھا۔بادشاہ نے اکثر طلب کیا،نہیں گیا۔عبدالاحد خاں مختار کا چچیرا بھائی اورابوالبرکات خاں صوبہ دارِ کشمیر کالڑکا ابوالقاسم، (لقب اعظم الدولہ) میرے ساتھ گونہ مراعات برتتا تھا۔کبھی کبھی اس سے ملاقات ہوجاتی تھی۔کبھی (کسی تقریب سے) بادشاہ بھی کچھ بھجوادیتے تھے۔'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص۳۰۹۔
(۱۷۰) ''دیوان دوم' اپنی ابتدائی صورت میں ۱۱۸۹ھ/۷۶۔۱۷۷۵ء تک مرتب ہوچکا تھا'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء)،ص۹۴۔
(۱۷۱) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)، ص۳۰۹۔
(۱۷۲) ایضاً،ص۳۱۰۔
(۱۷۳) (الف) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص۳۱۲۔۳۱۰
(ب)''مرزا نجف نے بڑا نام پایا، واقعی وہ ناموری کے لائق ہی تھا۔اصل میں وہ ایران کا شاہزادہ تھا۔وہ اپنی بہن کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھااور اس کی بہن آصف الدولہ کے بھائی اعزالدولہ کو بیاہی گئی تھی۔اس نے لیاقت وشجاعت سے اپنا عالی خاندان ہونا اورہندوستان کے امیروں میں برتر ہونا دکھا دیا۔'' محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)،ص۳۲۱[جلد۹]۔
(۱۷۴) ''اسے عیش وعشرت کی طرف مائل کرنے والا، دراصل نواب آصف الدولہ کا نائب لطافت علی خاں خواجہ سرا تھا۔'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)، ص۳۱۲۔
(۱۷۵) نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)، ص۳۱۳۔۳۱۲
(۱۷۶) کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر:میرشناسی :منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیزابن الحسن(مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)،ص۵۴۔
(۱۷۷) مرزا رفیع سودا:ولادت: ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء وفات:۴رجب ۱۱۹۵ھ/۲۶جون ۱۷۸۱ء۔ ثناء الحق صدیقی(مؤلف)، میر وسودا کادور(کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)،ص۲۸۲۔۲۷۴[طبع دوم]۔

(۱۷۸) ''نواب سالار جنگ نے ۷ ر رجب ۱۲۰۱ھ/ ۲۵ر اپریل ۱۷۸۷ء کو انتقال کیا۔'' نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۳

(۱۷۹) (الف) ''آصف الدولہ کی مدح میں قصیدہ رائیہ...... ۱۱۹۲ھ اوراس سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں۔............ میر لکھنؤ روانہ ہونے سے کئی سال پہلے سے اس کے لیے کوشاں تھے یہاں تک کہ انہوں نے آصف الدولہ کی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھ لیا تھا۔ بقول آسی یہی وہ پہلا قصیدہ ہے جو میر نے لکھنؤ پہنچنے کے بعد آصف الدولہ کے سامنے پڑھا تھا'' ابو محمد سحر، میر کی قصیدہ نگاری مشمولہ افکارِ میر، مرتّب: ایم حبیب خاں (دہلی: عبدالحق اکیڈمی، مارچ ۱۹۹۶ء)، ص ۲۶۰۔ ۲۵۹ [طبع دوم]۔

(ب) ''قیامِ بھرت پور ۱۱۷۴ھ تا ۱۱۷۸ھ کے درمیان میر نے یہ قصیدہ (قصیدۂ رائیہ) عماد الملک کی تعریف میں لکھا اور ممدوح کے سامنے اپنی زبوں حالی کا رونا رویا۔'' کلب علی خاں فائق رامپوری، میر کا ایک قصیدہ مشمولہ اُردو سہ ماہی (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر ۱۹۵۹ء)، ص ۲۱۔

(۱۸۰) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۴۔ ۳۱۳

(ب) ''نواب نے تین سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔'' سیّد مسعود حسن رضوی ادیب خدائے سخن حضرت میر مشمولہ زمانہ، جلد ۵۹، نمبر ۶، (کانپور: دسمبر ۱۹۳۲ء)، ص ۳۰۷۔

(۱۸۱) (الف) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۵۔

(ب) ''۲۶ر اپریل ۱۷۸۲ء کو مرزا نجف نے بھی انتقال کیا۔ بیالیس برس وہ ہندوستان میں رہا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں یہاں آیا تھا۔ ساٹھ برس کے قریب اس کی عمر تھی۔ ماں کی طرف سے سیّد تھا باپ کی طرف سے صفوی تھا۔'' محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۲۸ [جلد ۹]۔

(۱۸۲) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۵۔

(۱۸۳) ایضاً۔

(۱۸۴) ایضاً۔

(۱۸۵) ایضاً۔

(۱۸۶) ایضاً، ص ۳۱۸۔ ۳۱۵

(۱۸۷) ایضاً، ص ۳۱۸۔

(۱۸۸) ایضاً۔

(۱۸۹) محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۳۱ [جلد ۹]۔

(۱۹۰) نثار احمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۸۔

(۱۹۱) (الف) ''ناصر کا بیان ہے کہ میر نے لکھنؤ میں شادی کی' صحیح ہوگا۔ میر کے دوسرے بیٹے حسن عسکری (عرش) اور بڑے بیٹے فیض علی کی عمروں میں بڑا تفاوت تھا، دونوں کا ایک ماں کے بطن سے ہونا خلاف قیاس ہے۔'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۵

(ب) ''یہ بات قیاس کی جاسکتی ہے کہ میر نے لکھنؤ پہنچنے (۱۷۸۲ء) کے بعد شادی کی اور عرش ۱۷۸۳ء میں قیاساً پیدا ہوئے ہوں................ ۱۸۶۷ء میں ان کا انتقال ہوا اور رکاب گنج کی دال منڈی میں دفن ہوئے........... عرش صاحب دیوان تھے ان

کا دیوان مرنے کے کوئی آٹھ سال بعد یعنی فروری ۱۸۷۵ء میں مطبع کارنامہ لکھنؤ میں پہلی بار چھپا'' ایم حبیب خاں، میر کلّو عرش،مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین،میر نمبر(۱۹۶۲ء)،ص۹۰۔۸۹

(۱۹۲) وارن ہیسٹنگز ولادت: ۱۷۳۲ء چرچل، آکسفورڈ شائر میں ہوئی۔ وفات ڈیلسفورڈ میں ۱۸۱۸ء میں ہوئی۔ برطانوی ہند کا پہلا گورنر جنرل تھا۔ابن حسن(مترجم)، ہند کے انگریز حکمران: وارن ہیسٹنگز، مصنف:کرنل جی بی مالیسن (لاہور:تخلیقات،فروری۲۰۰۵ء)

(۱۹۳) نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِ میر(متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)، ص۳۲۰۔۳۱۸

(۱۹۴) (الف)''اس طرح چھ مہینے تک رات دن گفت وشنید اور باہم صلاح ومشورے ہوتے رہے۔''نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۰۔

(ب)''لکھنؤ میں اس نے اپریل سے اگست کے وسط تک قیام کیا۔وزیر کی مالی حالت کو سنبھالنے میں وہ کامیاب ہوا۔''ابن حسن(مترجم)، ہند کے انگریز حکمران: وارن ہیسٹنگز، مصنف:کرنل جی بی مالیسن (لاہور:تخلیقات،فروری ۲۰۰۵ء)،ص۱۵۲۔۱۵۱

(۱۹۵) نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِ میر(متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)، ص۳۲۱۔۳۲۰

(۱۹۶) (الف)''میر کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہزادہ جوان بخت آگرہ سے فرار ہوا تھا۔وہ شاہ عالم کے سفرِ آگرہ سے بہت پہلے ۱۴راپریل ۱۷۸۴ء کو دہلی کے قلعے سے نکلا تھا،اس رات شدید آندھی چل رہی تھی،وہ ۶رمئی ۱۷۸۴ء کو لکھنؤ میں آصف الدولہ کے پاس پہنچ چکا تھا۔''نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۱۔

(ب)''نوعمر شہزادہ جواں بخت جو اپنے باپ کو مصیبت سے نجات دلانے کے لیے دہلی سے لکھنؤ مدد حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا،وہ اس کے ساتھ تھا۔ہیسٹنگز کو اپنے نوعمر مہمان سے محبت ہوگئی اور اس کے حال کو دوستانہ طور پر نہایت دلچسپی سے سنا،لیکن اسے وہ صرف نصیحت کرسکا کہ وہ فوراً واپس ہو اور اس کے دارالخلافت میں جو سازشیں اور لڑائیاں ہیں ان سے اپنے باپ کو محفوظ رکھنے اور مغلوں کی سلطنت کو سکھوں کے پنجوں سے بچانے کے لیے سندھیا کی طرف رجوع ہو۔''ابن حسن(مترجم)،ہند کے انگریز حکمران: وارن ہیسٹنگز،مصنف:کرنل جی بی مالیسن(لاہور:تخلیقات،فروری۲۰۰۵ء)،ص۱۵۲۔

(۱۹۷) آلے بالے بتانا: مذ۔(آرے بلے کا بگاڑ ہے) (۱)ٹال مٹول،ٹالم ٹولا،دم دلاسا،بہانہ، ٹالا بالا، (۲)چال،فریب،دم، (۳)سُستی،کاہلی۔سیّد احمد دہلوی(مؤلف)، فرہنگِ آصفیہ (دہلی:نیشنل اکادمی،انصاری مارکیٹ دریا گنج،۱۹۷۴ء)، ص۲۱۰۔

(۱۹۸) نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِ میر(متن فارسی)،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۱۔

(۱۹۹) ایضاً،ص۳۲۲۔۳۲۱

(۲۰۰) ایضاً،ص۳۲۲۔

(۲۰۱) ''ادھر صاحب (وارن ہیسٹنگز) نے جو شہزادہ (جوان بخت) کو اپنے ساتھ لے گیا تھا (اسے وہاں سے) رخصت کردیا، چنانچہ وہ(شہزادہ) واپس آگئے ہیں،(اب) یا تو اطراف میں (کہیں) رہیں گے یا بادشاہ کے حضور میں پہنچ جائیں گے،فی الحال تو نواب عالی جناب کے سایۂ دولت میں ہیں،جو کچھ(نواب وزیر) کہتے ہیں یہ وہی کرتے ہیں۔''نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ،میر کی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۲

(۲۰۲) (الف)نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذ کرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۲۔
(ب)''نجم الغنی خاں نے ۱۲۰۱ھ میں بہرائچ کی طرف جانے کا ذکر کیا ہے۔میر کی مثنوی اوّل میں بھی بہرائچ جانے کا بیان ہےاس لیے پہلی مثنوی کا سالِ تالیف۱۲۰۱ھ متعین ہوتا ہے،'' کلب علی خاں فائق(مرتب)، مثنوی شکارنامۂ اوّل، کلیاتِ میر،جلدششم(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۸۴ء)،ص ۳۵۲۔
(۲۰۳) نثاراحمد فاروقی(مترجم)،ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکرمیرکا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۳۔
(۲۰۴) ایضاً،ص ۳۲۴۔۳۲۳
(۲۰۵) نثاراحمد فاروقی(مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میرکی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۴
(۲۰۶) ایضاً۔
(۲۰۷) نثاراحمد فاروقی(مترجم)،ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکرمیرکا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۴۔
(۲۰۸) محمد ذکاءاللہ دہلوی،تاریخ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد ۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص۱۳۳۱[جلد۹]۔
(۲۰۹) ایضاً،ص ۳۳۲۔۳۳۱
(۲۱۰) (الف)نثاراحمد فاروقی(مترجم)، ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۳۔۳۲۲
(ب)''مثنوی شکارنامۂ دوم ۱۲۰۲ھ کے سفر سے متعلق ہوگی'' کلب علی خاں فائق(مرتب)، مثنوی شکارنامۂ دوم، کلیاتِ میر،جلدششم(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۸۴ء)،ص ۳۵۲۔
(۲۱۱) نثاراحمد فاروقی(مترجم)،ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکرمیرکا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۳۔
(۲۱۲) (الف)''عرش ۔میرحسن عسکری عرف میرکلّو خلف میرتقی میر باشندہ اکبرآباد شاگردحضرت ناسخ مرحوم''سیّد مسعودحسن رضوی ادیب(مرتّب)،تذکرۂ نادر(لکھنؤ:کتاب نگر،دین دیال روڈ،۱۹۵۷ء)،ص ۱۱۰۔
(ب)''میرکلّوعرش:محمدعسکری نام تھابعضوں نے ان کا نام حسن عسکری بتایا ہے جودرست نہیں،..........عرش میرؔ کی لکھنوی بیگم کے بطن سے تقریباً۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔...عرش کا قیام پہلے مفتی گنج میں تھا،غدرسن ستاوّن میں مکان لُٹ گیا تو کچھ دنوں میاں الماس کے امام باڑے میں رہے،اس کے بعد رکاب گنج چلے آئے،غدر کے دس سال بعد ۱۹۶۷ءمطابق ۱۲۸۴ھ میں تقریباًچوراسی سال کی عمر میں یہیں انتقال کیا۔''صفدرآہ،میراورمیریات(بمبئی:علوی بک ڈپو،محمدعلی روڈ،۱۹۷۱ء)،ص ۱۸۷۔۱۸۵
(ج)''۱۸۶۷ء میں ان کا انتقال ہوا اوررکاب گنج کی دال منڈی میں دفن ہوئے۔..............................
..............عرشؔ صاحبِ دیوان تھے ان کا دیوان مرنے کے کوئی آٹھ سال بعدیعنی فروری ۱۸۷۵ء میں مطبع کارنامہ لکھنؤ میں پہلی بار چھپا۔''ایم حبیب خاں،میر کلّوعرش،مشمولہ دلّی کالج اُردومیگزین،میرنمبر(۱۹۶۲ء)،ص ۹۰۔۸۹
(۲۱۳) ''۱۲۰۰ھ/۸۶۔۱۱۸۵ھ تک تیسرا دیوان بھی مرتب ہوچکا تھا جس میں وہ کلام بھی شامل ہے جو ۱۱۹۶ھ سے ۱۲۰۰ھ/۸۲ ۱۷ء۔۱۷۸۶ء تک لکھنؤ میں کہا۔یہ دیوان لکھنؤ میں مرتب ہوا۔''جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،۱۹۸۱ء)،ص ۹۵۔ ۹۴
(۲۱۴) نثاراحمد فاروقی(مترجم)، ذکرِ میر(متن فارسی)،حاشیہ، میرکی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۴

(۲۱۵) ایضاً،ص۳۲۵۔۳۲۴

(۲۱۶) نثاراحمدفاروقی (مترجم)،ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکرمیرکااُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۵۔

(۲۱۷) ایضاً،ص۳۲۶۔۳۲۵

(۲۱۸) ایضاً،ص۳۲۶۔

(۲۱۹) (الف)نثاراحمد فاروقی (مترجم)، ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکر میر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون۱۹۹۶ء)،ص۳۲۶۔

(ب)''۱۰راگست ۱۷۸۸ءآئی ، یہ وہ تاریخ ہے کہ جس کو ہمیشہ خاندانِ تیموریہ کی تاریخ میں یادرکھنا چاہیے۔..........وہ سفاک تخت پر سے کودااور بادشاہ کو نیچے لٹا چھاتی پر چڑھ ایک آنکھ اپنے خنجر سے نکال لی،دوسری آنکھ نکالنے کو یعقوب علی سے کہااوس نے انکارکیاتوفوراًاس کا سرتلوار سے اڑادیا،اس خوف سے اور پٹھانوں نے دوسری آنکھ نکال لی،اور پھر بادشاہ کوسلیم گڑھ میں لے چلے۔'' محمدذکاءاللہ دہلوی،تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص۳۴۰ [جلد۹]۔

(۲۲۰) نثاراحمدفاروقی (مترجم)،ذکرِمیر(متن فارسی)،میرکی آپ بیتی،ذکرمیرکا اُردوترجمہ(لاہور:مجلس ترقیِ ادب،جون۱۹۹۶ء)، ص۳۲۶۔۳۲۷

(۲۲۱) (الف)''وہ شاعربھی تھا،آفتاب تخلص تھا،چارجلدوں میں ایک قصہ لکھا ہے جس سے ہرزمانہ کے آدمی ادنیٰ،متوسط،اعلیٰ کی طرزِ معاشرت معلوم ہوتی ہے۔اس کا نام شاہ عالم کا قصہ ہے،زبان فصاحت اورسلاست میں میرامن کے چاردرویش سے کم نہیں ہے، اس کا یہ شعرمشہور ہے۔

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے

ص:۳۱۱تا۳۱۲

اندھے ہونے کے بعد شاہ عالم نے اپنا مرثیہ فارسی میں لکھا۔ص:۳۴۳محمدذکاءاللہ دہلوی،تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،[جلد۹]۔

(ب)''نظم (مرثیہ) کوپڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تیمور،سندھیا،آصف الدولہ،انگریز ان سب سے مددطلب کی گئی لیکن صرف سندھیا جو پہلے سے شاہ عالم کا دست وبازوبنا ہوا تھا مدد کو پہنچ سکا،اس نے غلام قادر کا تعاقب کیااس کولڑائی میں شکست دی،قید کیااورطرح طرح کے عذاب دے کرمارڈالا'' ثناءالحق صدیقی (مؤلف)، میرؔوسوداکادور (کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس،۱۹۹۳ء)،ص۴۸ [طبع دوم]۔

(۲۲۲) کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر،مشمولہ میرتقی میر:میرشناسی :منتخب مضامین،تحسین فراقی،عزیزابن الحسن(مرتبین)(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء)،ص۶۱۔

(۲۲۳) ''دیوان چہارم یقیناً ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ءتک یااس سے پہلے مرتب ہو چکا تھا..........جسے میر کے داماد میرحسن علی تجلی نے لکھا ہے۔..........یہ دیوان لکھنؤ میں مرتب ہوا'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردوپاکستان، ۱۹۸۱ء) ص۹۶۔۹۵

(☆)(الف)''مرض استسقا سے نواب آصف الدولہ نے روزپنجشنبہ ۳بجے دن کو۲۸رشہرربیع الاوّل ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۵۷ء، ماہِ ستمبراکیاون برس کے سن میں انتقال کیا،......ایک پہررات گئے اپنے امام باڑے میں دفن ہوئے۔'' رحمت نبی خاں رامپوری، آصف الدولہ:تاریخ اودھ کاایک باب،مشمولہ نیرنگ(دہلی:مارچ۱۹۳۰ء)،ص۲۲۔

(ب)محمد باقر شمس، تاریخ لکھنؤ (کراچی: دارالتصنیف، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۹۷۔۲۷۸

(۲۲۴) (الف) ''نواب وزیر علی کا مختصر نوابی دور (۲۸ ربیع الاوّل سے ۳ شعبان ۱۲۱۲ھ تک).........آصف الدولہ کی آنکھ بند ہوتے ہی اودھ انگریزوں کی سازشوں کا گڑھ بن گیا، پہلے تو نواب وزیر علی خاں کو ان کا جانشین بنایا گیا لیکن جب نواب سعادت علی خاں سے آدھے ملک کا سودا ہو گیا تو وزیر علی خاں کو محروم کر کے نواب سعادت علی خاں کو تخت نشین کر دیا گیا۔'' نادم سیتاپوری، میر کے عہد کا لکھنؤ، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتب: مقبول احمد لاری (لکھنؤ: آل انڈیا میر اکادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء)، ص ۳۸۔

(ب)محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، [جلد ۹]۔

(۲۲۵) ''تجلّی کا انتقال لکھنؤ میں میر تقی میر کے مکان میں ۱۲۱۳ھ میں ہوا۔ کمال کے الفاظ یہ ہیں۔ ''عرصہ پنج سال می شود کہ بمکانِ میر صاحب موصوف بہ لکھنؤ وفات یافت'' (مجمع الانتخاب، ۱۴۱، ورق ب، ۱۲۱۸، سالِ تصنیف، دستور الفصاحت، ص: ۷۷، گلشنِ ہند، ص: ۲۰۵، تذکرۂ شعرائے اُردو، ص: ۲۴۱، میر حسن مرتبہ اکبر حیدری)''۔ اکبر حیدری کشمیری، میر کا دیوان چہارم (نسخۂ محمود آباد)'' مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱ (اگست ۱۹۸۳ء) ص ۴۹۵

(۲۲۶) (الف) سعادت علی خاں ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۸ء تا ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء برسرِ اقتدار رہے۔ ابواللیث صدیقی، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری (کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۷۹ [جلد اوّل]۔

(ب)'' آصف الدولہ کے زمانے میں مشاہرہ برابر ملتا رہا، سعادت علی خاں کے عہد میں' جیسا کہ تذکرۂ کمال میں ہے بند ہو گیا۔'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۵

(۲۲۷) (الف) ''تکملۃ الشعرا میں.........میر کے پانچ دواوین کا ذکر ملتا ہے.........دیوان پنجم ۱۲۱۳ھ تک یا اس سے کچھ پہلے مرتب ہو چکا تھا'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۹۶

(ب)'' شاہ کمال نے 'مجمع الانتخاب' میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے کہ: ''انتخاب دیوان پنجم میر صاحب موصوف کہ نام دیوان زادہ نہادہ اند'' یہ کوئی نیا دیوان نہیں تھا بلکہ دیوان پنجم کا انتخاب تھا جو میر نے کیا تھا، یہ بھی نایاب ہے'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء) ص ۹۶

(۲۲۸) (الف) ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میر و سودا کا دور (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)، ص ۵۰۔۴۹ [طبع دوم]۔

(ب)محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، [جلد ۹]۔

(۲۲۹) (الف) کالی داس گپتا رضا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۶۳۔

(ب)''نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد بھی یہ دربار سے وابستہ تو رہے مگر صحبت درگیر نہ ہونے کے باعث دربار کا آنا جانا بند تھا.........مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ وہ مشاعروں وغیرہ سے دستبردار ہو گئے بلکہ وہ ادبی صحبتوں میں ہمیشہ شریک ہوتے رہے اور لوگ ان کے کلام کو دل میں جگہ دیتے رہے' اس قدر دانی کے باوجود بھی دہلی کو ہمیشہ لکھنؤ پر ترجیح دیتے رہے اور برابر اس کو یاد کرتے رہے'' عبدالباری آسی، میر تقی میر، کلیات میر (دیباچہ)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۲۶ (نومبر ۱۹۸۰ء) ص ۲۹۔۲۸

(۲۳۰) (الف)''۱۸۰۳ء لارڈ لیک صاحب اپنی انگریزی فوج لے کر دلّی میں داخل ہوئے اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا اور بادشاہ کی پنشن ایک لاکھ روپے سال مقرر کر دیئے'' محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخ ہندوستانی (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء)، ص ۳۴۳ [جلد ۹]۔

(ب) ''۱۸۰۳ء/۱۲۱۷ھ میں مرہٹوں اورانگریزوں کے مابین جنگ کے نتیجہ میں وہ مرہٹوں کی گرفت سے نکل کرانگریزوں کے پنجے میں پہنچ گیااوراگرچہ اس کے بعد بھی تیس سال تک پورے ملک میں سکہ وہی چلتا رہا۔'' ثناء الحق صدیقی (مؤلف)، میرؔوسودا کادور (کراچی:اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء)،ص۴۹ [طبع دوم]۔

(۲۳۱) محمد ذکاءاللہ دہلوی،تاریخ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص ۳۴۳[جلد۹]۔

(۲۳۲) ''ابوالنصر معین الدین اکبرشاہ ثانی ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء بعد شاہ عالم کے مرنے کے تخت نشین ہوا۔..................... اسّی برس کی عمر میں مرگیا۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء ۔''محمد ذکاء اللہ دہلوی، تاریخِ ہندوستانی (لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،جلد ۸،۹،۱۰،(طبع جدید یکجا)۱۹۹۸ء)،ص ۳۴۴۔۳۴۳[جلد۹]۔

(۲۳۳) ''۱۲۲۲ھ میں انتقال کے وقت بیگم کی عمر تقریباًباوّن سال کی تھی اورتجلّی اس وقت ستاوّن سال کے ہوں گےلیکن تجلّی کے لیے یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ اختتام مجموعۂ نغز (۱۲۲۱ھ) سے پہلے ان کا انتقال ہوچکا تھا۔اس طرح انتقال کے وقت بیگمؔ بیوہ ہوں گی۔'' صفدرآہ، میراورمیریات (بمبئی:علوی بک ڈپو،محمد علی روڈ،۱۹۷۱ء)،ص ۱۸۴۔۱۸۳

(۲۳۴) (الف) ''کلیات میر کے نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں میر کے پانچ دواوین یعنی دوم،سوم، چہارم،پنجم اورششم شامل ہیں۔یہ کلیات ۱۲۲۳ھ کا مکتوبہ ہے۔گویا دیوان ششم اس نسخے کی نقل ۱۲۲۳ھ سے پہلے مرتب ہوچکا تھا یہ بھی لکھنؤ میں مرتب ہوا۔'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،۱۹۸۱ء)،ص۹۶۔

(ب) ''اس دیوانچہ میں دیوان ششم کے بعد سے لے کروفات تک کا کلام شامل تھا۔یہ نایاب ہے۔'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،۱۹۸۱ء)،ص۹۶۔

(ج) ''کلیات میر پہلی بارفورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ۱۸۱۱ء/۱۲۲۶ھ میں میر کی وفات کے ایک سال بعد اُردو ٹائپ میں شائع ہوا۔'' جمیل جالبی، محمد تقی میر (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،۱۹۸۱ء)،ص۹۶۔

(۲۳۵) کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر:میرشناسی :منتخب مضامین، تحسین فراقی،عزیزابن الحسن (مرتبین)(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء)،ص ۶۳۔

(۲۳۶) ایضاً۔

(۲۳۷) ''کچھ دنوں آنکھوں کے درد میں مبتلا رہا، بینائی کمزور ہوگئی، عینک کی ضرورت پڑی۔'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص ۳۲۹۔۳۲۸

(۲۳۸) ''دانتوں کے درد کی کیا کہوں،حیران تھا کب تک علاج کروں،آخر دلبرداشتہ ہوکرایک ایک کو جڑ سے اُکھڑوادیا'' نثاراحمد فاروقی (مترجم)،ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ (لاہور:مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء)،ص۳۲۹۔

(۲۳۹) (الف) کالی داس گپتارضا، توقیتِ میر، مشمولہ میرتقی میر: میرشناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی،عزیزابن الحسن (مرتبین)(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء)،ص ۶۴۔۶۳

(ب) ''صاحبِ نوادرالکملاء نے میر کے آخری ایّام کا حال اس طرح لکھا ہے: ''درسالے مایۂ ناز ، پروردۂ آغوشِ ناز دخترے، وسالے دیگر.......... خلفِ کامگارودرسالے دیگراہلیۂ عفت شعار...... بکنجِ عافیتِ مزارآسودند۔'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۵ء)،ص ۱۵۔

(ج) ''میر صاحب اپنی عمر کے حصہ آخر میں لکھنؤ کے محلہ سٹھٹی میں رہتے تھے...... یہ ایک محلہ تھا جو گومتی کے جنوبی کنارے پرآباد تھا...... بعض امراض مزمنہ' اورضعف بصر وغیرہ کی شکایت ان کو پہلے ہی سے شروع ہوگئی تھی............ تین برس ان کے لیے حشرآفریں ہنگامے تھے جن کی وہ تاب نہ لاسکے'ایک سال ان کی لڑکی کا انتقال ہوااوردوسرے میں ایک لڑکے کا اورتیسرے میں ان کی اہلیہ کا'ان حوادث سے وہ نہایت پست اوردل شکستہ ہوگئے۔'' عبدالباری آسی، میر تقی میر، مشمولہ نقوش، میرتقی میر

نمبر،(نومبر ۱۹۸۰ء)ص ۳۵۔۳۴

(۲۴۰) (الف)''۲۰؍شعبان المکرم ۱۲۲۵ھ وقت شام نوّے سال عمر پوری کر کے دنیائے فانی کو خیر باد کہا اور ۲۱؍شعبان ۱۲۲۵ھ روز شنبہ دوپہر کے وقت اکھاڑہ بھیم میں جو ایک مشہور قبرستان تھا اپنے اعزہ واقربا کی قبروں کے پاس سپرد خاک کیے گئے'' ناسخ نے تاریخ کہی ۔ واویلا مردشہ شاعراں ۱۲۲۵ھ''عبدالباری آسی، میر تقی میر، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر،(نومبر ۱۹۸۰ء)ص ۳۵۔

(ب)''دیوان چہارم مذکور کے ساتھ عبارتِ ذیل محمد حسن مخاطب بہ زین الدین احمد خاں کی ہے:''بروز جمعہ بیستم شعبان......وقتِ شام ۱۲۲۵ھ......بود کہ میر صاحب..........در شہر لکھنؤ در محلہ سٹھی......بجوارِ رحمت ایزدی پیوستند وبروزِ شنبہ......وقت دوپہر دراکھاڑہ بھیم کہ قبرستانِ مشہور است، نزد قبورِ اقربائے خویش مدفون شدند'' قاضی عبدالودود، میر (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۶۔۱۵

(ج)''میر نے لکھنؤ میں اپنی زندگی کے تقریباً تیس سال گزارے، اور یہیں ان کا انتقال ۱۲۲۵ھ، ۱۸۱۰ء میں ہوا۔ جمعہ کا دن تھا۔ شام کا وقت تھا۔ اکھاڑہ بھیم کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ یہ بہت بڑا قبرستان تھا جو کسی زمانے میں وزیر گنج اور گولہ گنج سے لے کر باغِ شیر جنگ اور مولوی انوار صاحب کے باغ تک پھیلا ہوا تھا، آغا میر کی ڈیوڑھی میں جب چھوٹی لائن کا اسٹیشن بنایا گیا اور ریل نکالی گئی تو اس کو برابر کر دیا گیا۔ اب اس قبرستان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ اب اس کے سینے پر وہ ریل چلتی ہے جس جو پہلے اودھ روہیلکھنڈ ریلوے (O.R.R) اور اب یہ روہیل کھنڈ کمایوں ریلوے (R.R.K) کے نام سے مشہور ہے۔ اب ریلوے لائن کے ایک طرف نشیب میں صرف چند قبریں باقی رہ گئی ہیں، ان میں ایک قبر میر کی بھی ہے جس کو لوگ اب شاہ جشن کا مزار کہتے ہیں۔'' عبادت بریلوی، جہانِ میر (لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۸۵ء)، ص ۹۲۔

مآخذ:

آسی، عبدالباری، میر تقی میر، کلیات میر (دیباچہ)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، جلد ۲، شمارہ ۱۲۶، نومبر ۱۹۸۰ء۔

______، میر تقی میر، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر، نومبر ۱۹۸۰ء۔

آہ، صفدر، میر اور میریات، بمبئی: علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ، ۱۹۷۱ء۔

ابن حسن، مترجم، ہند کے انگریز حکمران: وارن ہیسٹنگز، مصنف: کرنل جی بی مالیسن، لاہور: تخلیقات، فروری ۲۰۰۵ء۔

احسانی، شاداب، کوئن فراسو: حیات وخدمات، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۱۰ء۔

احمد، مختار الدین، تجلّی دہلوی، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر، ۱۹۶۲ء۔

ادیب، سیّد مسعود حسن رضوی، تذکرۂ نادر، مرتب، لکھنؤ: کتاب نگر، دین دیال روڈ، ۱۹۵۷ء۔

______، حضرت میر کی اولاد، مشمولہ ماہنامہ ادب، لکھنؤ: دسمبر ۱۹۳۰ء۔

______، خدائے سخن حضرت میر، مشمولہ ماہنامہ زمانہ، جلد ۵۹، شمارہ ۶، کانپور: دسمبر ۱۹۳۲ء۔

اکرام، شیخ محمد، رودِ کوثر، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، فروری ۲۰۰۱ء۔

الٰہی، محمود، مقدمہ، نکات الشعراء، مرتّب، لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی، ۲۰۰۳ء۔

انور، منوہر سہائے، سراج الدین علی خان آرزو، مشمولہ دلّی کالج میگزین اُردو (میر نمبر)، دہلی، ۱۹۶۲ء۔

بریلوی، عبادت، جہانِ میر، لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۸۵ء۔

______، پیش لفظ، نکات الشعراء، مرتّب، لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۸۰ء۔

پانی پتی، مولانا محمد اسمٰعیل، مرتّبہ، مقالاتِ سر سیّد، لاہور: مجلس ترقی ادب، ستمبر ۱۹۶۲ء [حصّہ ہشتم]۔

تونسوی، طاہر، مسعود حسن رضوی ادیب: حیات اور کارنامے، لاہور: مجلس ترقی ادب، اپریل ۱۹۸۹ء۔

جالبی، جمیل، محمد تقی میر، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء۔

حسن، محمد، میر: سفرِ حیات، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری، لکھنؤ: آل انڈیا میرا کادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء۔

خاں، ایم حبیب، میر کلّو عرش، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر، ۱۹۶۲ء۔

خاں، ولی کمال، فیض میر اور صوفیانہ افکار، مشمولہ تماہی رسالہ ہندستانی، جولائی۔اکتوبر، جلد ۴، حصّہ ۳۔۴، الہ آباد: ۱۹۴۷ء۔

خطبات گارساں دتاسی، حصہ اوّل، ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۹ء، مع مقدمہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق، بعد نظر ثانی ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء [طبع دوم]۔

خویشگی، محمد عبداللہ، مؤلف، فرہنگِ عامرہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء۔

دہلوی، سیّد احمد، مؤلف، فرہنگِ آصفیہ، دہلی: نیشنل اکادمی، انصاری مارکیٹ دریا گنج، ۱۹۷۴ء۔

دہلوی، محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستانی، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، جلد ۸، ۹، ۱۰، (طبع جدید یکجا) ۱۹۹۸ء [جلد ۹]۔

رام، کے۔ایل۔رلیا، مؤلف، سوانح حیات: میر محمد تقی میر، لاہور: رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۲۷ء۔

رامپوری، رحمت نبی خاں، آصف الدولہ: تاریخ اودھ کا ایک باب، مشمولہ نیرنگ، دہلی: مارچ ۱۹۳۰ء۔

رضا، کالی داس گپتا، توقیتِ میر، مشمولہ میر تقی میر: میر شناسی: منتخب مضامین، تحسین فراقی، عزیز ابن الحسن (مرتبین)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء۔

رضوی، سیّد نیّر مسعود، مرتب، دیوانِ میر (فارسی)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱، لاہور: اگست ۱۹۸۳ء۔

سحر، ابو محمد، میر کی قصیدہ نگاری، مشمولہ افکارِ میر، مرتّب: ایم حبیب خاں، دہلی: عبدالحق اکیڈمی، مارچ ۱۹۹۶ء [طبع دوم]۔

سہیل، خالد، میر تقی میر: فن اور پاگل پن، مشمولہ عالمی میر سیمینار، ٹورنٹو، کینیڈا۔ ۱۹۹۹ء، مجموعہ مقالات، مؤلف: اطہر رضوی، نئی دہلی: ناشر شاہد پبلی کیشنز، مارچ ۲۰۰۰ء۔

سیتا پوری، نادم، میر کے عہد کا لکھنؤ، مشمولہ حدیثِ میر (مضامین)، مرتّب: مقبول احمد لاری، لکھنؤ: آل انڈیا میرا کادمی، لاری ہاؤس، ۱۹۶۷ء۔

صدیقی، ابواللیث، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۲ء [جلد اوّل]۔

صدیقی، ثناء الحق، مؤلف، میر وسودا کا دور، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۹۳ء [طبع دوم]۔

عبدالحق، مولوی، مقدمہ، نکات الشعراء، مرتّب، کراچی: انجمن ترقیٔ اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء۔

عبدالودود، قاضی، کچھ میر کے بارے میں، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود)، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

_______، میر کے حالاتِ زندگی، مشمولہ میر (مقالاتِ قاضی عبدالودود)، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

_______، میر، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

فاروقی، نثار احمد، مطالعۂ میر کے امکانات، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین) نثار احمد فاروقی، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء۔

_______، میر اور یقین، مشمولہ تلاشِ میر (مجموعہ مضامین: نثار احمد فاروقی)، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۴ء۔

_______، ذکرِ میر (متن فارسی)، حاشیہ، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء۔
_______، میر تقی میر، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔
_______، سیّد سعادت علی، مشمولہ دلّی کالج اُردو میگزین، میر نمبر، ۱۹۶۲ء۔
_______، ذکرِ میر (متن فارسی)، میر کی آپ بیتی، ذکرمیر کا اُردو ترجمہ، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، جون ۱۹۹۶ء۔
فائق، کلب علی خاں، مرتب، مثنوی شکارنامۂ اوّل، کلیاتِ میر، جلد ششم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء۔
_______، مرتب، مقدمہ کلیات میر، جلد اوّل، دیوان اوّل، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۶ء [طبع دوم]۔
_______، مرتب، مثنوی شکارنامۂ دوم، کلیاتِ میر، جلد ششم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء۔
_______، مرتب، کلیات میر، جلد ششم، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۴ء۔
_______، مرتب، کلیات میر، جلد پنجم، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء۔
_______، میر کا ایک قصیدہ مشمولہ اُردو سہ ماہی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اکتوبر۔نومبر۔دسمبر ۱۹۵۹ء۔
فتح پوری، فرمان، میر کو سمجھنے کے لیے، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔
قاسمی، شریف حسین، ترتیب وتدوین، فیضِ میر، مصنف: میر تقی میرؔ، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، اپریل ۲۰۱۰ء۔
کشمیری، اکبر حیدری، میر کا دیوان چہارم (نسخۂ محمود آباد)، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱، لاہور: اگست ۱۹۸۳ء۔
منہاس، کسریٰ، میر کی اصلاحیں، مشمولہ نقوش، میر تقی میر نمبر ۳، شمارہ ۱۳۱، لاہور: اگست ۱۹۸۳ء [جلد سوم]۔
ندوی، نجیب اشرف، سوانح میر: خود اُن کی تصانیف کی روشنی میں، مشمولہ العلم، کراچی: اکتوبر۔دسمبر ۱۹۵۷ء۔